سوانح عمری

فیضی

اس میں فیضیؒ کے حالات اور اُسکے کلام پر تبصرہ اور ریویو ہے

مؤلفہٗ

شمس العلما حضرت مولنا شبلی نعمانی رحمہ اللہ

حسب اجازت سید ظہور الحسن قومی پریس دہلی نے بماہِ شعبان
مطبع مجتبائی جدید دہلی میں چھپوا کر شائع کی

قیمت غیرمجلد ۱۲؎ —/

تحریرات تیموریہ

بے عیب خاندان شاہی کی مستورات کا عالیشان سلسلہ عصمت و عفت کے پاکیزہ کرشمے جو ہر ایک شجاع اور بہادر قوم کی تاریخ کی جان ہی علم و ہنر کے مکمل اور بے عیب علمی نتائج اور سرزمین کے سب سے سرسبز اور ہرے بھرے باغ کے شگفتہ پھولوں کی مہک جو ایک زمانہ قومی زمین کہلاتی ہی شجاعت اور تہور کے حیرت انگیز تماشے جنہوں نے ساری دنیا کو مسخر کر لیا تھا ایک عظیم الشان خاندان کی وہ شان و شوکت کی تعجبناک تصویریں جنکی نظیر چشم فلک نے نہیں دیکھی، قیمت رسمی کاغذ مجلد ۱۲؍

فہرست بیگمات

امۃ الحبیب یا حمیدہ بانو بیگم، فخر النساء بیگم، عظمت النساء بیگم، آسائش بانو بیگم، آغا بیگی، آرزم بانو بیگم، آرام جان بیگم، ممتاز محل، امۃ الحبیب، قدسیہ بیگم، اعزاز النساء بیگم، اورنگ آبادی محل، دلپذیر بانو بیگم، بی بی دودو، دلرس بانو بیگم، روشن آرا بیگم، روپ متی رحمت بانو، رضیۃ النساء بیگم، لاڈو ملک، شہرو کی بیگم، رضیہ سلطانہ، بدر النساء بیگم، جانان بیگم، جانی بیگم، رانی جودہ بائی، حمیدہ بانو بیگم، حاجی بیگم خانہ زاد بیگم، شہزادہ خانم، نواب قدسیہ بیگم، ثریا بانو بیگم، جہاں آرا بیگم، رانی پاربتی، رانی تارا بائی، تلسی بائی، بی بی بائی، زینت النساء بیگم زبدۃ النساء بیگم، بادشاہ بیگم، سلطان بیگم، سلیمہ سلطان بیگم، سلیمہ بانو بیگم، جمیلہ خاتون، موتی بیگم، اشرف النساء بیگم، آئی بیگم، بخت النساء بیگم، بہار بانو بیگم، بائی اودے پوری، بائی بھوت وئی، بچپنی بیگم، بیگم سلطانہ، زیب النساء بیگم؛

سفرنامۂ ہستی یعنی نیرنگی دنیا

مولفہ مولانا مولوی عبد الحلیم صاحب شرر مرحوم لکھنوی، انسان کو جسقدر مراحل زندگی ہر حصہ عمر میں پیش آتے ہیں انکو اس خوبی سے ادا کیا ہے کہ بے اختیار آنسو ٹپک پڑتے ہیں اور دنیا ایک عبرتکدہ معلوم ہوتی ہے، یہ مولانا شرر ہی کا حصہ تھا کہ ہر بیان بے مثل اور ہر خیال بے نظیر گویا انشاء پردازی اور سچے واقعات کی روح ہے، قیمت ۸؍

فہرست مضامین، بچپن جوانی، جوش جوانی، کسی کی یاد، خیال، خیال یار، انتظار، آج، کل، تمنا، نیرنگی دنیا، آرزو، سعی بے حاصل، فکر، چاندنی رات، افسردہ دلی، غرور حسن، رعنائی، شام غربت، صحبت، نہیں، سادگی، نگاہ شوق، خودنمائی، رقیب، شب فراق، آہ پر تاثیر، آہ، حسن و عشق، کامیابی، انجام، مرور ایام، صحبت دوشین، صبح، شہر کی رات، امید، دنیا بامید قائم، مرد چوں پیر شود حرص جواں میگرد، زمانہ با تو نہ سازد تو با زمانہ بساز، سواد وطن، بزم قدرت، تغیرات عالم، اداسی، دم واپسیں؛

بستان التفاسیر

ترجمہ اردو تفسیر فتح العزیز پارہ تبارک الذی، مصنفہ عمدۃ المحدثین، زبدۃ المفسرین امام العلماء قدوۃ الفضلاء حضرت مولینا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی، ایسے شخص کی تصنیف کی کیا کوئی تعریف لکھ سکتا ہے صرف ان کا نام ہی کافی ہے، گیارہ بڑی بڑی سورتوں کی تفسیر ہے، مع احادیث کے، لڑکیوں اور عورتوں کے واسطے اس کا مطالعہ ضروری ہے، صفحات ۴۰۰ سے زائد، قیمت ۱۲؍ مجلد؛

تولد سنہ ۹۵۴ ہجری : وفات ۱۰ صفر سنہ ۱۰۰۴ ہجری

فارسی شاعری نے چھ سو برس کی وسیع مدت میں ہندوستان میں صرف دو شخص پیدا کیے جنکو اہل زبان کو بھی چار و ناچار ماننا پڑا خسرو اور فیضی میرزا صائب فیضی کی طرح پر غزل کہتے ہیں۔ اور مقطع میں کہتے ہیں،

این آن غزل کہ فیضی شیرین کلام گفت	در دیدہ ام خلیدہ و در دل نشستہ

علی نقی کمرہ ایران کے مشہور شاعر نے ایک قصیدہ ۲۵ شعروں کا فیضی کی مدح میں اصفہان سے لکھ کر بھیجا، جس کے چند شعر یہ ہیں۔

مرا افگند بر نظم امورم پر تو فیضی	ابوالفیض آن گزین اکبر و شیخ کبیر من
اگر ہستم مجیر اندر سخن او ہست خاقانی	دگر من مستجیر آستان او مجیر من
کیم با او رسد در شاعری دعوائے ہمچشمی	کہ درین خانقا ہم من مرید و اوست پیر من

افسوس یہ ہے کہ شاعری کی شہرت نے فیضی کے اور تمام کمالات پر پردہ ڈالدیا۔ وہ کہتا ہے اور سچ کہتا ہے

امروزہ شاعرم حکیم	دانندۂ حادث و قدیم

لیکن شاعری کی شہرت عام اور تصنیفات علمی کی گم شدگی نے اس دعوے کو بے دلیل کر دیا۔ فیضی کے مذہبی اور علمی خیالات کا برائے نام کچھ پتہ چلتا ہے تو ان اتہامات سے جو بدایونی نے نہایت

لہ سرو آزاد،

بے دردی سے اُس پر لگائے ہیں، تاہم ایک نکتہ دان کو اس غلط اور جھوٹی تصویر میں بھی اصلیت کے خط وخال نظر آتے ہیں، لیکن ابھی ان بحثوں کے چھیڑنے کا موقع نہیں، ابھی اسکے سرسری حالات زندگی سننے چاہئیں

فیضی عربی النسل ہے اسلاف یمن میں رہتے تھے شیخ موسیٰ جو فیضی کی پانچویں پشت میں ہیں وطن سے ترک تعلق کرکے سیاحت کو اُٹھے اور چلتے پھرتے سندھ کے علاقے میں آئے۔ ریل ایک قصبہ ہے یہاں قیام کیا۔ اور شادی کرلی۔ دسویں صدی ہجری میں شیخ خضر فیضی کے دادا وطن چھوڑ کر ناگور میں آئے یہاں ایک عربی خاندان میں شادی کی جس سے شیخ مبارک پیدا ہوئے فیضی اسی نخل کمال کا، نونہال تھا۔ شیخ مبارک بڑے پایہ کا شخص تھا علوم ظاہری اور باطنی دونوں میں کمال رکھتا تھا چار جلدوں میں تفسیر کبیر کے انداز پر ایک تفسیر لکھی جس کا نام منبع العیون رکھا، نہایت سیر چشم اور قانع تھا، نیز شاہی، حکومت میں سلطنت کی طرف سے جاہ و عزت کی ترغیبیں دلائی گئیں لیکن چشم استغنا نے نظر اٹھا کر نہ دیکھا انکے مفصل حالات ابوالفضل نے آئین اکبری میں لکھے ہیں۔

شیخ مبارک ناگور سے گجرات اور گجرات سے آگرہ میں آئے۔ جمنا کے کنارے میر رفیع الدین حسینی کے ہمسایہ میں قیام اختیار کیا اور یہیں ایک معزز خاندان میں شادی کی خدا نے کثرت سے اولاد دی جنمیں سب سے پہلا فیضی تھا جو سنہ ۹۵۴ھ میں پیدا ہوا فیضی نے ابتدائی اور انتہائی تعلیم باپ سے حاصل کی۔

بدایونی نے خواجہ حسین مروی کے حال میں لکھا ہے کہ فیضی اسکا تربیت یافتہ تھا۔ خواجہ حسین مروی شیخ علاء الدولہ سمنانی کے خاندان سے تھے معقولات میں ملا عصام الدین کے شاگرد تھے دینیات شیخ ابن حجر مکی سے حاصل کی تھی۔ شاعری، انشا پردازی حسن تقریر، اور ظرافت و لطیفہ گوئی میں کمال رکھتے تھے۔ اکبر کے حکم سے سنگھاسن بتیسی کا ترجمہ نظم میں کرنا شروع کیا تھا، سنہ ۹۷۹ھ ہجری میں وفات پائی فیضی نے دام ظلہ سے مادۂ تاریخ نکالا۔

بدایونی نے یہ نہیں لکھا کہ فیضی نے کس فن میں ان سے تربیت پائی تھی، لیکن غالباً یہ شاعری کا، فن ہوگا شباب کو پہونچا تو اسکا دامن کمالات کے پھولوں سے بھرا تھا لیکن قسمت نے مدتوں عجیب عجیب مصیبتوں میں مبتلا رکھا جسکی داستان نہایت لمبی ہے لیکن چونکہ دلچسپ بھی ہے اسلئے بالکل قلم انداز بھی نہیں کیا جا سکتا شیخ مبارک کو وسعت نظر اور ہمہ دانی ہونے نے تقلید اور تعصب کی بندشوں سے آزاد کر دیا تھا۔ خود حنفی تھا لیکن شیعی سنی، مسلمان کافر سب سے ملتا تھا۔ اس زمانے میں مہدوی فرقہ نہایت مطعون خلائق تھا

شیخ کو اُن سے ملنے میں بھی دریغ نہ تھا عوام میں شہرت پھیلی کہ شیخ رافضی ہے، مہدوی ہے۔
دہری ہے سوء اتفاق یہ کہ اسی زمانہ یعنی ۹۷۴ھ ہجری میں کہ اکبر کی سلطنت کا چودھوان برس تھا[51] شیخ
گوشۂ عزلت سے نکلکر افادۂ عام کی مسند پر بیٹھا اکبر اس زمانے تک منصب مولویون کے قبضے میں تھا اسکے
بل پر درباریوں کو شیخ کے ستانے کا موقع ملا۔ ان میں سے ایک شخص آدھی رات کے وقت ہانپتا کانپتا فیضی
کے پاس آیا کہ امرائے دولت سب کے سب آپ کی مخالفت پر کمر بستہ ہیں مصلحت یہ ہے کہ شیخ کو لیکر کہیں
نکل جایئے جب یہ فتنہ فرد ہو جائے تو پھر اختیار ہے فیضی گھبرایا ہوا باپ کے پاس آیا شیخ مبارک نے بڑے
استقلال سے جواب دیا کہ میں جگہ سے نہیں ہلتا جو ہونا ہے ہوگا لیکن فیضی اسقدر حواس باختہ تھا کہ تلوار
نکالکر کہا آپ کو اختیار ہے چلیئے یا نہ چلیئے۔ میں تو اپنے آپکو ہلاک کیئے دیتا ہوں۔

باپ کو محبت نے مجبور کیا ابو الفضل کو سوتے سے جگایا۔ تینون باپ بیٹے گھر سے نکل کھڑے ہوئے
لیکن کچھ معلوم نہ تھا کہ کہان جاتے ہیں، چلتے چلتے فیضی کو ایک آشنا کا خیال آیا۔ اُس کے گھر پہونچے وہ ان
لوگون کو دیکھکر سخت گھبرایا مکان کے اندر گئے تو وحشت کدہ دیکھا، وہان سے بھی چل کھڑے ہوئے ابو الفضل
نے واپس چلنے کی رائے دی لیکن فیضی نے نہ مانا، ایک شخص کا نام لیا کہ اُسکے ہان ضرور امن ملے گا غرض
اُس کے گھر پہونچے، اُس نے نہایت گرمجوشی کا اظہار کیا دو دن تک یہاں ٹھہرے اُدھر مخالفون نے اکبر کو
برہم کر کے فرمان شاہی صادر کرایا تھا کہ شیخ مبارک کا سارا خاندان دربار میں حاضر کیا جائے شاہی چوبدار
شیخ مبارک کے گھر پہونچے اور چاروں طرف پہرے بیٹھ گئے[52]۔ ابو الخیر فیضی کا چھوٹا بھائی گھر میں تنہا اس کو
پکڑ کر بادشاہ کے سامنے لے گئے شیخ کے دشمنون کو اکبر کے بھڑکانے کا موقع ملا کہ شیخ کے دل میں چور نہ ہوتا
تو روپوش کیوں ہو جاتا۔ اکبر کو مخالفون کی سختی اور جوش انتقام دیکھکر رحم آیا۔ درباریون سے کہا ایک
غریب گوشہ نشین کی جان کا دشمن بنتا کیا ضرور ہے شیخ اکثر سیر کو نکل جاتا ہے اسوقت بھی کہیں چلا گیا
ہوگا اس بیچارے لڑکے (ابو الخیر) کو کیون پکڑ لائے ہو غرض ابو الخیر چھوڑ دیا گیا۔ اور پہرا بھی اُٹھ گیا۔
دشمنون نے اب بادشاہ کی زبان سے جھوٹی خبرین مشہور کرنی شروع کین، کہ شیخ مبارک اور فیضی

---

[51] آئین اکبری میں یہی سنہ ہے لیکن تعجب ہے کہ خود ابو الفضل نے اکبر نامہ میں فیضی کے اول مرتبہ دربار میں پہونچنے کو بارھوین
سال کے واقعات میں بیان کیا ہے۔

[52] اکبر نامہ میں اس واقعہ کی تاریخ ۲ ربیع الاول ۹۷۴ھ ہجری بیان کی ہے۔

معتوبان بارگاہ میں، چند روز کے بعد صاحب خانہ نے بے اعتنائی شروع کی شیخ کو کھٹکا ہوا کہ خود صاحب خانہ
کہیں پکڑوا نہ دے، رات کو بے سروسامانی کے ساتھ وہان سے نکلے، اتفاق سے ایک شاگرد راہ میں ملگیا،
اُسنے لیجاکر مہمان رکھا لیکن اُس کی طرف سے بھی اطمینان نہ تھا، بالآخر یہ رائے ٹھہری کہ اس شہر سے نکل
جانا چاہیئے فیضی بھیس بدل کر نکلا، اور ایک امیر کے پاس جس سے قدیم ملاقات تھی گیا اُسنے میزبانی کو اپنا
فخر سمجھا کچھ ترک جوان ساتھ کردیئے کہ شیخ کو ساتھ لائیں آدھے بجے فیضی نے جاکر باپ بھائی کو یہ مژدہ سنایا
سب نے بھیس بدلے اور غیر معروف راستوں سے امیر کے پاس پہونچے دس دن تک یہاں اطمینان سے
گذرے لیکن دشمنوں نے امیر کو دربار میں پکڑوا بلایا مجبوراً یہاں سے نکلنا پڑا، چلتے چلتے ایک باغ نظر آیا۔
ٹھہر گئے کہ ذرا آرام لے لیں۔ بدقسمتی سے جاسوسوں کا گروہ جو شیخ کی تلاش میں ہر طرف پھرتا تھا۔ باغ کے پاس
اُترا ہوا تھا۔ یہاں سے بھی گھبرا کر نکلے، راستہ میں ایک باغبان نے پہچانا۔ اور دلدہی کر کے اپنے گھر لے گیا باغبان کا
آقا باہر سے آیا۔ تو اُس نے شیخ سے شکایت کی کہ میرے ہوتے آپ نے کیوں اس قدر تکلیف اُٹھائی، چونکہ شیخ کے
قیافے سے بے اطمینانی ظاہر ہوتی تھی اُسنے چور گھر میں لے جاکر رکھا کہ آپ اطمینان سے رہیئے، مہینے سوا کچھ اور یہان قیام کیا،
چونکہ اکبر اس زمانے میں فتحپور میں رہتا تھا فیضی آگرہ سے فتحپور گیا کہ ان مصیبتوں سے بچنے کی کوئی تدبیر نکالے
لیکن قسمت کی گردش یہان بھی ساتھ تھی فیضی نے جب اپنی مظلومی کی داستان سُنائی۔ تو درباریوں،
میں سے ایک نیک امیر کو اسقدر جوش آیا کہ اُسیوقت اُٹھا اور دربار میں بغیر اسکے کہ شاہی آداب بجا لائے گستاخانہ
لہجے میں کہا کہ اس ظلم کی کچھ انتہا ہے، اکبر نے کہا خیر ہے؟ امیر نے کیفیت واقعہ بیان کی، اکبر نے کہا تمکو خبر ہی ہے؟
تمام علما نے فتوے تیار کیئے ہیں اور مجھکو چین لینے نہیں دیتے جہاں سے ہو شیخ مبارک..... کا خاندان ڈھونڈھ
کر پیدا کیا جائے اور اُس کو سزا دیجائے مجھ کو شیخ کا قیام گاہ معلوم ہے (یہ کہکر اکبر نے خاص چور محل کا پتا دیا
جہاں شیخ کا قیام تھا) لیکن دانستہ ٹالتا ہوں، کل کوئی جاکر شیخ کو دربار میں لائے،
فیضی یہ واقعہ سنکر سخت گھبرایا، راتوں رات گرتا پڑتا باپ کے پاس آیا، اُسیوقت سبھنے بھیس بدلے، اور
گھر سے نکلے جس مصیبت اور پریشانی میں گھر سے نکلے ہیں۔ اُسکی تصویر ابوالفضل نے ان لفظوں میں کھینچی ہے
نورستان آفتاب و تاریک ہائے بارگوہر، و ہجوم مسالک شہر و ہنگامہ پژوہندگان نافرجام و باور
ناپدید و یار انداز نایافت، قلم چوبین را چہ یارا کہ قدرے ازان حال گزارد،
غرض ایک مزدور ویرانے میں جاکر پناہ لی۔ چونکہ یہ معلوم ہو چکا تھا، کہ بادشاہ اپنی ذات سے مہربان ہے۔

اس لیے یہ رائے ٹھہری کہ پائے تخت میں چل کر بادشاہ تک رسائی کے سامان پیدا کئے جائیں۔ ایک امیر سے پرانی ملاقات تھی، اس کے پاس گئے اس نے کہا کہ پہلے آتے تو معاملہ آسان تھا۔ اب حضور کے دل میں بھی رنج آگیا ہے یہاں رہنا کسیطرح مناسب نہیں یہ کہکر گاڑی منگوائی اور انہیں بٹھا کر ایک گانوں میں بھجوادیا وہاں پہونچکر معلوم ہوا کہ گانوں کا رئیس اس خاندان کا قدیمی دشمن ہے غرض یہاں سے بھی نکلے اور ایک اور گانوں میں پہونچے یہاں بھی ایک مفسد کا سامنا ہوا اب پھر پھرا کر آگرے میں آئے، اور ایک دوست کے گھر ٹھہرے دو مہینے تک یہاں قیام رہا، صاحب خانہ نیک دل اور نیک طینت تھا اور چند لوگ بھی شیخ کے طرفدار پیدا ہوگئے دربار شاہی میں تقریب ہوئی ۹۷۴؁ھ ۱۲ جلوس ہجری میں اکبر نے بڑے احترام سے بلایا۔ ابوالفضل کی طبیعت میں اس وقت تک نہایت آزادی اور بے پروائی تھی، اس نے دربار میں جانے سے انکار کیا فیضی گئے اور شاہانہ نوازش سے بہرہ یاب ہوئے[1]، آئین اکبری میں اس موقع پر پہونچکر ابوالفضل پر شادی مرگ کی کیفیت طاری ہوتی ہے اور بے اختیار رباعی اس کی زبان سے نکلتی ہے،

ای شب نہ کنی آن ہمہ پر خاش کہ دوش — راز دل من چنان مکن فاش کہ دوش

دیدی چہ دراز بود دوشینہ شبم — ہان ای شب وصل آن چنان باش کہ دوش

فیضی جس شان سے دربار میں پہونچا ہے، شہنشاہ نے جس طرح اس کی قدر افزائی کی ہے حاسدوں نے جس نگاہ رشک سے اس کو دیکھا ہے، دربار کی جو خدمتیں اس کو سپرد ہوئی ہیں، ان سب حالات کو فیضی نے ایک قصیدے میں لکھا ہے ہم اسکے جستہ جستہ اشعار اس موقع پر نقل کرتے ہیں،

سحر نوید رسان قاصد سلیمانی؛ — رسید ہمچو سعادت کشادہ پیشانی

مبشران سعادت ندا کنان کہ بخوان — نجات نامۂ خود اے حزین زندانی،

مرا نظارہ اش از دور، بیقراری داد — چہ بیقراری با صد قرار ارزانی،،

بہ بوسہ کردم پایش نگار، ازان غافل — کہ کار گردد دشوار در قدم رانی،

شدم سوار سبک گام توسنے چالاک — کہ کردی از سر دانش سپہر جولانی،

خبر بہار گہ شہر یار شد کا نبک، — رسید بر در فردوس مرغ بستانی

---

[1] یہ تمام تفصیل آئین اکبری میں ہے تعجب یہ ہے کہ ابوالفضل نے فیضی کے پہلی مرتبہ دربار میں پہونچنے کے تذکرہ میں ان واقعات کو لکھا ہے لیکن اسقدر اختصار کیا ہے کہ واقعہ کی صورت بدل گئی ہے اور بعض بعض بات میں دونوں بیان مختلف اور متناقض معلوم ہوتے ہیں ۱۲

خطاب شد کہ تلطف کنان رسانندش | بہ آسمان سعادت ز نیر ظلمانی،
نخست بوسہ زدم خاک آستان یعنی | بہ چشمہ سار رساندم لب شفاہ عطشانی،
اشارہ رفت کہ در پیشگاہ مجلس انس | شگفتہ دل بنشینی و شوق بنشانی
بہ پیش پایۂ اورنگ شاہ بنشستم | زبان ناطقہ لب ریز ور ثنا خوانی
بگونہ گونہ تفقد شہنشہم بنواخت | کہ پایہ پایہ فرود آمدم زحیرانی،
حدیث من بشہنشاہ بندہ پرور بود | چو باخدائے، کلام کلیم عمرانی
بگفت خیز و علم از قلم بکش کاین روز | مسلم است ترا کشور سخن رانی، (استغفر اللہ)
زبان بنکتہ بجنبان کہ در بدائع نظم | فرزدقی تبوار زانی است و حسانی
رسید جسلم کہ از نکتہ سنجی شعرا | بہ عرض ما برسان آن قدر کہ بتوانی
زبان وری کہ دگر با تو در سخن پیچد | ہنر بدست او ب گردنش بہ پیچانی
چہ گویم آن کہ ز لطفش چہ طرف بربستم | زبر چہ لازمہ خانی است و ترخانی،

یہ تمام داستان (قصیدہ کو چھوڑ کر) ابوالفضل نے آئین اکبری کے خاتمہ میں بہ تفصیل لکھی ہے لیکن اس تصریح کو دانستہ قلم انداز کر گیا۔ کہ شیخ کے خاندان پر یہ تمام آفتیں کس کی بدولت آئیں، اور دربار کے تقریب کا سبب کون ہوا؟ اس کے علاوہ ابوالفضل کے بیان سے یہ بھی نہیں کھلتا کہ اس قدر مخالفت اور کینہ پروری کے اسباب کیا تھے؟ اس لئے ان ابہامات کی تفصیل ذیل میں کی جاتی ہے،

اکبر کے ابتدائی دور میں دو شخص مذہبی حیثیت سے نہایت جاہ و اقتدار رکھتے تھے، مخدوم الملک، اور شیخ عبدالنبی، مخدوم الملک کا نام عبداللہ انصاری ہے شیر شاہ نے اپنے عہد سلطنت میں ان کو صدر الاسلام کا خطاب دیا تھا سلیم شاہ ان کو اپنے تخت پر بٹھاتا تھا ہمایون نے شیخ الاسلام کا خطاب دیا تھا بیرم خان نے لاکھ روپے سالانہ تنخواہ مقرر کی تھی۔[1]

شیخ عبدالنبی جو شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے نواسے تھے، صدارت پر ممتاز تھے یعنی جسقدر مذہبی اوقاف و جاگیریں تھیں، سب کا انتظام انکے ہاتھ میں تھا، انہوں نے اکبر کو اسقدر اپنا گرویدہ کیا تھا کہ اکبر انکے گھر پر جاکر ان سے حدیث پڑھتا تھا انکے فیض صحبت سے اکبر کی مذہبی خود رفتگی کی یہ نوبت پہونچی کہ اپنے ہاتھ سے مسجد میں جھاڑو دیتا تھا

[1] مآثر الامرا تذکرہ مخدوم الملک،

ایک دفعہ سالگرہ کی تقریب میں اکبر نے کپڑوں پر زعفران کا رنگ چھڑکا، شیخ عبد النبی نے دیکھا تو اسقدر برہم ہوئے کہ لکڑی اٹھا کر ماری، اکبر کو ناگوار ہوا محل میں جاکر مریم مکانی (اکبر کی والدہ) سے شکایت کی، کہ بھرے دربار میں ذلیل کرنا مناسب نہ تھا مریم مکانی نے کہا کہ بیٹا دل پر میل نہ لانا، یہ نجات اُخروی کا سبب ہے قیامت تک چرچا رہیگا کہ ایک مفلوک الحال نے بادشاہ کے ساتھ یہ برتاؤ کیا، اور اُسنے برداشت کیا،[۵۱]

یہ دونوں بزرگ جسقدر دیندار تھے اُسی قدر جاہلانہ تعصب رکھتے تھے، جیسا کہ عام طور پر دینداری کا مقتضا سمجھا جاتا ہے، ان لوگوں نے اکبر کو آمادہ کیا کہ ملک میں جو بدعقیدہ لوگ ہیں، ان کا استیصال کر دیا جائے، چنانچہ عام دار و گیر شروع ہوئی، اور بہت سے لوگ قتل اور قید کئے گئے، مخدوم الملک اور شیخ عبد النبی نے اکبر سے کہا کہ شیخ مبارک بھی بدعتی ہے، اس کو سزا ملنی چاہیئے، چنانچہ اُسی وقت محتسب متعین ہوئے۔ کہ شیخ کو پکڑ لائیں، شیخ گھر میں نہ تھا، اس کی مسجد کا منبر توڑ کر چلے آئے۔[۵۲]

ایک دفعہ ایک مجلس میں شیخ عبد النبی، یا مخدوم الملک (ابو الفضل نے آئین اکبری میں صاف نام نہیں لیا، بلکہ لکھا ہے، کہ (سر آمد فتنہ جویان) سے اس قسم کی سنجیوں کے متعلق ابو الفضل سے بحث ہو گئی ابو الفضل نے دلائل سے ان کو نہار کر دیا،

اسی زمانے میں یا اس سے کچھ پہلے فیضی شیخ مبارک کے ساتھ لیکر شیخ عبد النبی کے پاس گیا۔ اور اپنی شکستہ حالی کا اظہار کر کے کچھ مدد معاش کی درخواست کی شیخ نے تشیع کا الزام لگا کر نہایت ذلت کیساتھ نکلوا دیا[۵۳]

اب یہ دونوں بزرگ اس خاندان کے استیصال پر آمادہ ہوئے علما سے فتوے لیکر جاسوس متعین کئے کہ شیخ کو ڈھونڈ لائیں، تمام ملک میں مشہور کرا دیا کہ شیخ کے خاندان کے لئے دربار سے قتل کا حکم ہو چکا ہے، شیخ نے پہلے شیخ سلیم چشتی کی خدمت میں التجا کی کہ میری جان بچایئے، شیخ سلیم نے کچھ زاد راہ بھیجکر کہلا بھیجا کہ سر دست مصلحت یہی ہے کہ کہیں نکل جایئے، یہاں سے نا اُمیدی ہوئی تو میرزا عزیز کے پاس گیا[۵۴] میرزا عزیز کی ماں کا دودھ اکبر نے پیا تھا، اسلئے وہ اکبر کی خدمت میں نہایت گستاخ تھا، ابو الفضل نے آئین اکبری میں جو لکھا ہے کہ ایک امیر نے اکبر کے سامنے نہایت گستاخانہ سفارش کی، اس سے میرزا عزیز ہی مراد ہے میرزا عزیز نے بارہا اکبر کو سر دربار سخت سست کہا۔ اور اکبر یہ کہکر چپ ہو جاتا تھا، کہ کیا کروں میرے اور

---

۵۱ مآثر الامرا جلد دوم صفحہ ۵۶۰ حالات شیخ عبد النبی صدر الاسلام
۵۲ بدایونی صفحہ ۱۹۸، ۵۳ مآثر الامرا جلد دوم صفحہ ۵۷۵ و ۵۷۶، ۵۴ بدایونی صفحہ ۱۹۹

عزیز مرزا کے بیچ میں دودھ کا دریا حائل ہے (دودھ بھائی ہونے کا یہ پاس ہوتا تھا) میرزا عزیز ہی کے توسل سے فیضی کے خاندان کو دربار میں رسائی ہوئی،

اکبر مخدوم الملک اور شیخ عبدالنبی کی تنگ خیالیوں سے تنگ آچکا تھا اور ان لوگوں کے زور کو گھٹانا چاہتا تھا لیکن خود جاہل تھا اسلیئے مذہبی فتووں کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا، فیضی اور ابوالفضل دربار میں پہونچے تو اکبر کو گویا اوزار ہاتھ آگئے، ان لوگوں نے ہر موقع پر ان متعصبوں کو شکستیں دیں، اور انکا سارا بھرم کھل گیا چنانچہ تفصیل اس کی آگے آئیگی۔

فیضی کا تقرب روز بروز بڑھتا گیا، لیکن اس نے دربار کی کوئی خدمت اختیار نہ کی طبیب تھا، مصنف تھا شاعر تھا۔ اور انہیں مشغلوں میں بسر کرتا تھا، شہزادوں کی تعلیم و تربیت کا کام بھی اس سے متعلق تھا چنانچہ سنہ ۲۴ جلوس میں شہزادہ دانیال کی تعلیم و تربیت سپرد ہوئی، اور تھوڑے ہی دنوں میں فیضی نے اسکو ضروری مراتب سکھا دیئے، جہانگیر نے تزک میں لکھا ہے کہ شہزادہ دانیال ہندی (برج بھاکا) کی شاعری سے واقف تھا، اور خود بھی کہتا تھا، یہ فیضی ہی کی صحبت کا اثر ہوگا۔ اسی سنہ میں اکبر نے اجتہاد و امامت کے دعوے سے مسجد میں جاکر خطبہ پڑھا، یہ خطبہ فیضی نے لکھا تھا، چنانچہ تفصیل اسکی آگے آئے گی،

سنہ ۲۵ جلوس میں اکبر نے اظہار عقیدت کے لئے شہزادہ دانیال کو اجمیر کی زیارت کے لیے بھیجا تو فیضی کو بھی اس کے ساتھ متعین کیا۔

اکبر نے شیخ عبدالنبی کا زور توڑ کر صدارت کے ٹکڑے کر دیئے تھے، چنانچہ سنہ ۹۹۰ھ میں آگرہ، کالنجر اور کالپی کی صدارت فیضی کو دیگئی۔ سنہ ۹۹۳ ہجری میں جب یوسف زئی پٹھانوں پر اکبر نے فوجیں بھیجیں، تو فیضی بھی اس مہم پر مامور کیا گیا،

سنہ ۹۹۶ ہجری میں جو اکبر کی تخت نشینی کا تینتیسواں سال تھا فیضی کو ملک الشعراء کا خطاب ملا عجیب اتفاق یہ کہ اس سے دو ہی تین دن پہلے فیضی نے ایک قصیدہ لکھا تھا،

آن روز کہ فیض عام کردند	مارا ملک الکلام کردند،
از بہر صعود فکرت من،	آرایش ہفت بام کردند
مارا بہ تمام در ربودند،	تا کار سخن تمام کردند

[۱] اکبر نامہ نولکشوری صفحہ ۲۴۲ جلد سوم

۹۹۷ھ ہجری میں اکبر نے کشمیر کا سفر کیا تو فیضی بھی ساتھ تھا، قصیدہ کشمیر یہ اسی سفر میں لکھا ہے جسکا مطلع ہے

ہزار قافلہ شوق می کند شبگیر | کہ بار عیش کشاید بہ خطہ کشمیر

دکن کی حکومتوں کو جب اکبر نے فتح کرنا چاہا تو ۳۶ سنہ جلوس مطابق ۹۹۹ھ ہجری میں پہلے ایک ایک کے پاس سفارتیں بھیجیں، خاندیس کی سلطنت کا فرمانروا، راجہ علی خان تھا، فیضی کو اس کی سفارت پر متعین کیا، فیضی کو اگرچہ یہ خدمت ناگوار تھی لیکن قبول کرنیکے سوا چارہ نہ تھا، اسنے سفارت کے معاملات اس خوبی سے انجام دیئے کہ راجہ علی خان نے حلقہ بگوش بن کر آنے کی اطلاع دی، فیضی لئے برہانپور میں دربار آراستہ کیا، تخت پر شاہی تلوار، خلعت اور فرمان شاہی رکھا گیا، راجہ علی خان دور سے پیادہ ہوا، تخت کے قریب اکر جوتیاں اتاریں، کھڑے ہو کر تین تسلیمیں بجالایا، فیضی نے فرمان شاہی دونوں ہاتھوں میں ادب سے لیکر کہا کہ حضور نے تمہارے نام فرمان بھیجا ہے راجہ علی خان نے فرمان دونوں ہاتھوں سے تھام کر سر پر رکھا اور تین تسلیمیں بجالایا، اسی طرح خلعت اور تلوار عطا کئے جانے پر تسلیمیں کیں، چنانچہ فیضی نے اپنی عرضداشت میں یہ تمام امور تفصیل سے بیان کئے ہیں، یہاں کی مہم سے فارغ ہو کر احمد نگر میں برہان نظام شاہ سے ملا، اور سفارت کے مراتب انجام دیئے،

اس سفر میں اصلی خدمت اگرچہ سفارت کا انجام دینا تھا لیکن فیضی نے ملک کی ایک ایک چیز پر مبصرانہ نظر ڈالی۔ اور بادشاہ کو عرضداشت میں مفصل رپورٹ بھیجی، مثلاً راستوں کا کیا انتظام ہے عہدہ دار اپنی خدمتوں کو کیونکر انجام دیتے ہیں، شہروں میں رفاہ عام کی کیا کیا عمارتیں ہیں قلعوں کی کیا حالت ہے، زمین کیسی ہے پیداوار کیا کیا ہے، پھل کیا کیا پیدا ہوتے ہیں، صنعت کے کارخانے کہاں کہاں ہیں، چنانچہ اس رپورٹ کے جستہ جستہ فقرے ہم درج کرتے ہیں،

بلوچی کہ بہ فوجداری مقرر شدہ نزدیک بہ تنگی کوہ درمیان لدھیانہ و سرہند چسپیدہ است دزدانے کہ از کوہ فرود می آیند، بہ او ہم حق نذری می دہند، یعقوب بدخشی خدمت فوجداری و عملداری تھانیسر و پرگنات سہرد و بواجبی می تواند کرد،

چون بدصول پور رسید، سرائے دیہ از سنگ بغایت رفیع کہ صادق خان ساختہ و متصل آن حمام گرمے می باشد، و باغے دلکشا مشتمل بر عمارت دلکش، بیسرش رنغید آن جا بود، اسیر قلعہ گوالیار بنظر کردہ شد،

وسجادل پور خواجہ این خویش دو زیر خان، برعایا سلوک خوب کردہ وتقاوی دادہ و پرگنہ معمور ساختہ، کارخانہائے پارچہ بافی ترتیب دادہ کہ چیرہ و فوطہ (یعنی لنگی) برائے حضرت می افتد، برہان پور و حوالی او انارک جائے ست بغایت تنگ، اکثرے بوستان، ہر جا قطعہ زمینی بودہ و مزروع شدہ، از میوہ انجیر خوب می شود، خربزہ فرنگی بشاخ درخت بست بستہ وسی (سی) خوشہ جنبان ست، خربزہ ہندوستانی ہم ہفتہ باشد کہ رسید،

یہ تو خاص ہندوستان کے حالات تھے، غیر ملکوں کے بھی ہر قسم کے مفید اور ضروری و قابل اعتنا حالات بہم پہونچائے، اور عرضداشتوں میں اکبر کو لکھے، مثلاً ایک عرضداشت میں لکھتا ہے،

اب کی چھ جہاز ہرمز سے چلے، خواجہ معنائے عمدۃ التجا عراقی گھوڑے لے کر آرہا تھا، فرنگیوں کا قاعدہ ہے، کہ گھوڑے چھین لے جاتے ہیں، اور جو پسند آتا ہے رکھ لیتے ہیں، تین جہاز، بندرگاہ چول میں سلامت آئے حسن قلی افشار اور حسین بیگ لشکر نویس جو صفویہ سلطنت کے عہدہ دار ہیں، آستان بوسی کے ارادہ سے آتے ہیں، یہ لوگ اپنے حرم کو بھی ساتھ لاتے ہیں شاہ عباس صفوی کا سن بیس برس کا ہے تفنگ اندازی اور چوگان بازی وغیرہ کا شیفتہ ہے، پارسال دو مرتبہ گھوڑے سے گرا شجاعت اور بہادری اس کے حالات سے ظاہر ہے، ابھی تک کاروبار خود اپنے ہاتھ میں نہیں لیئے، فرہاد خان وکیل، اور حاتم بیگ وزیر اعظم تمام کاموں کو انجام دیتے ہیں پارسال عباس نے خراسان پر لشکر کشی کرنی چاہی تھی، ہرات پہونچکر فوج میں طاعون پھیلا، اس لیئے واپس گیا،

اسی طرح ایران اور روم کے حالات نہایت تفصیل سے لکھے ہیں، اور جن باتوں کو پالیٹکس سے تعلق ہے ان کے ساتھ خاص اعتنا کرتا ہے، ان خطوط کے پڑھنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ کس قدر ملکی معاملات کی تہ تک پہونچتا تھا،

اس عرضداشت میں ملک قمی اور ظہوری کی بھی تقریب اور نہایت تعریف کی ہے اور انکے عمدہ اشعار نقل کیئے ہیں، اور ان کے علاوہ اور ہر فن کے ارباب کمال کا ذکر کیا ہے بیچ بیچ میں دلچسپ اور لطیف حکایتیں بھی لکھتا جاتا ہے،

غرض (ا) ایک برس آٹھ مہینے چودہ دن ان اطراف میں رہا، اور سفارت کا کام نہایت خوبی سے

انجام دے کر ۱۰۰۱ھ ہجری میں پائے تخت میں آیا،

یہ بات لحاظ کے قابل ہے کہ فیضی کو ملکی معاملات سے کبھی سروکار نہیں پڑا تھا، وہ شاعر اور حکیم تھا، اور یہی اسکا اصلی مذاق تھا، لیکن اس زمانے میں تعلیم کے طریقے کی یہ خوبی تھی کہ ایک عالم کو جس قسم کی خدمت دیجائے اسکو انجام دے سکتا تھا، آجکل کا سا حال نہ تھا، کہ مولوی اور عالم، مردہ شوئی اور جنازہ خوانی کے سوا اور کسی کام نہیں آسکتے،

سنہ ۳۹ جلوس میں اکبر نے اصرار کے ساتھ خواہش کی کہ نظامی کے خمسہ کا جواب لکھا جائے اور نل دمن سے آغاز کیا جائے، چنانچہ فیضی نے نل دمن چار مہینے میں پوری کر کے پیش کی تفصیل اسکی آگے آئیگی،

اسی زمانہ میں فیضی کو دمہ کا عارضہ ہوا۔ اور بیماری کے آغاز میں یہ رباعی کہی[۱]۔

دیدی کہ فلک چہ زہرہ نیرنگی کرد	مرغ دلم از قفس شب آہنگی کرد
آن سینہ کہ عالمے درو می گنجید	تا نیم نفس بر آورم تنگی کرد

یہ شعر اکثر زبان پر رہتا تھا،

گر ہمہ عالم بہم آیند تنگ	بہ نشود پائے یکے مور لنگ،

حکیم مصری اس زمانے کا نہایت مشہور معالج تھا، اس نے بڑی مستعدی سے علاج کیا، لیکن موت کا کیا علاج تھا[۲]، مرنے سے دو دن پہلے غفلت طاری رہتی تھی اکبر کو خبر ہوئی، اسی وقت پہونچا فیضی نے آنکھیں کھولیں، اور آداب بجا لایا، اکبر نے خدا کو سونپا اور اٹھ کر چلا آیا، ابو الفضل نے تیمارداری کے لیے بادشاہ سے چار دن کی رخصت لی عین نزع کے وقت آدھی رات کو اکبر کو خبر ہوئی، بیقرارانہ بحالت میں آیا اور فیضی کا سر ہاتھ میں لے کر تین دفعہ پکار کر کہا، شیخ جیو! (اکبر اسی لقب سے فیضی کو خطاب کیا کرتا تھا) میں حکیم علی کو علاج کے لئے لایا ہوں، آپ بولتے کیوں نہیں؟ شیخ نے جب کچھ جواب نہ دیا، تو سر سے پگڑی اتار کر پھینکدی اور ابو الفضل کو تسلی دیکر چلا آیا[۳]، صفر سنہ ۴۰ جلوس ۱۰۰۴ھ ہجری میں انتقال کیا،

عام حالات اور اخلاق و عادات

فیضی پر اگرچہ بظاہر شاعری کا احسان ہے کہ آج اُس کو جو شہرت ہے اسی نام سے ہے لیکن حقیقت میں شاعری ہی نے اُس کے تمام کمالات کو مٹا دیا، ملا عبد القادر بدایونی سے بڑھکر اس کا دشمن کون ہوگا تاہم اسکا تذکرہ ان لفظوں سے شروع کرتے ہیں۔

۱؎ مآثر الامرا ۲؎ بدایونی حالات حکیم مصری، ۳؎ اکبر نامہ

ودر فنون جزئیہ از شعر و معما و عروض و قافیہ و تاریخ و طب و انشا عدیل در روزگار نداشت،

علوم متداولہ میں سے، اس کو فقہ، مناظرہ، سیاق اور تاریخ و محاضرات سے رغبت نہ تھی چنانچہ، ایک قطعہ میں خود لکھتا ہے،

ایا حریف درین بزمگاہ فیضی را — گمان مبر کہ زخیل تہی سبویان ست

بکوہ دشت معانی کہ مرغ پر نزند — بچابکی تگل دو اسپہ پویان ست

گر مسائل فقہ مقلدان ہوا، — کہ علم حیلہ گران و بہانہ جویان ست

مشاجرات فرائض کہ کس نخواندش — از و مپرس کہ او علم مردہ شویان ست

در خلاف و جدل ہم بخویشتن نکشود — کہ آن زمزمۂ جنگ تند خویان ست

سیاہ نامۂ اہل سیاق ہم ننوشت — کہ کار تیرہ درونان سخت پویان ست

مدار حرف بتاریخ ہم مدار کہ آن، ، — فسانہائے ملال دروغ گویان ست

ایشیائی درباروں میں خوشامد اور تملق کے بغیر کوئی شخص فروغ نہیں پا سکتا، لیکن فیضی نے علم کی، آبرو قائم رکھی، اس نے یہ گوارا کیا کہ باوجود اس قدر تقرب اور ہمنشینی کے اس کا منصب چار صدی سے نہ بڑھا، حالانکہ ابوالفضل اس کا چھوٹا بھائی دو نیم ہزاری تھا لیکن اوروں کی طرح اس نے عزت نفس کو برباد نہیں کیا، صاحب مآثر الامرا فیضی سے خوش نہیں، تاہم فرماتے ہیں۔

پیش آمد و مصاحبت شیخ در پیشگاہ خلافت بعنوان علم و کمال بود، زیادہ بر چہار صدی منصب نیافت

شیخ کا اصلی مذاق علم و فن کی خدمت تھی، کتابوں کا نہایت شائق تھا، ایک گرانبہا کتبخانہ[1] جمع کیا تھا، جس میں ۴۶۰۰ کتابیں تھیں، اور اکثر خود مصنف کے ہاتھ کی یا انکے زمانے کی لکھی ہوئی تھیں، یہ کتابیں، تین قسم کے علوم و فنون پر مشتمل تھیں۔ طب، نجوم و موسیقی حکمت، تصوف و ہیئت و ہندسہ، تفسیر و حدیث و فقہ وغیرہ، دوستوں کو اکثر خطوط میں کتابوں کے بہم پہونچانے کی فرمائش کرتا ہے ایک دوست کو لکھتا ہے

از کتب حکمت باقسامہا انچہ بہم رسد نسخہ ہاے فقیر بگیرند و بہر بہائے کہ باشد،

اجمیر میں ایک دفعہ کسی نے کہا کہ فلاں صاحب نے میر ہزارہ کے ہاتھ سعید ہروی کا دیوان بھیجا ہے، فوراً انکے گھر پہونچا، اور کتاب کا تقاضا کیا، امیر خسرو کے تغلق نامہ کا ایک نسخہ ہاتھ آیا، لیکن اول و آخر سے ناقص تھا، ایک دوست کو لکھتا ہے،

ب خانہ

[1] کتب خانہ کے متعلق تفصیل بدایونی نے فیضی کے تذکرہ میں لکھا ہے۔

بہ یکے از خدمتگاران امر فرمایند کہ بہر خطے مسودہ نمودہ بجہت بندہ مصحوب حاجی ملان عریضہ فرستند

فیاضی — نہایت فیاض اور سخی تھا۔ اہل کمال کے لئے اس کا گھر مہمان سرائے عام تھا عرفی ایران سے آیا تو اول اسی کا مہمان ہوا اور بہت دنوں تک اُس کے گھر پر مقیم رہا اس کی تفسیر کی تاریخ حیدر معمائی نے سورہ قل ہو اللہ سے نکالی، تو دس ہزار روپے صلہ میں دیئے[۵۲]،

درویش پرستی — فقرا اور اہل دل کا نہایت گرویدہ تھا اور اکثر بزرگوں کے مزار پر حاضر ہوتا تھا خواجہ فرید الدین شکر گنج کی خدمت میں خاص ارادت تھی، انکے مزار پر جب گیا ہے تو کئی قطعے لکھے ہیں، ایک یہ ہے،

سفر گزیدہ تزین نعمتے ست در عالم — زبہر ذوق خدادانی و خدا بینی،

دریں سفر زپے طوف اولیائے عظام — کہ بودہ اند شہان در لباس مسکینی

رسید بہر طواف مزار گنج شکر — کہ کردہ زیر سرش تہ سپہر بالینی،

بلے چو خوان کرم اہل نعمت آرایند — بردے مائدہ آخر کشند شیرینی

ایک اور قطعہ ہے

قطب ربانی فرید الدین شکر گنج آنکہ خلق — در مقام او بہ صد رنج سفر پے بردہ اند

دو تین شعر کے بعد کہتا ہے۔

طوطیان دیدم در پروانہ گرد مرقدش — گوئی اینہا ہم بآن گنج شکر پے بردہ اند

ایک دوست کو لکھتا ہے،

در احوال ذکر مشائخ ہند، آنچہ داشتہ باشد، از ملفوظات وغیرہ ہمہ ہمراہ آرند، البتہ بدست عزیزے کتابے در احوال مشائخ ہند بود موسوم بہ تذکرۃ الاصفیا، اگر دران شہر بہم رسد بہم رسانند، کہ بسیار مطلوب ست،

رشک وحسد اور ناتوان بینی شعرا کا عام خاصہ ہے لیکن فیضی تمام معاصرین کا نام نہایت عزت اور محبت سے لیتا ہے اور دربار شاہی میں اُنکی سفارش کرتا ہے اکبر کو ایک عرضداشت میں لکھتا ہے،

در احمد نگر دو شاعر خاکی نہاد صافی مشرب اند و در شعر رتبہ عالی دارند یکے ملک قمی کہ بہ کس کمتر اختلاط می کند، و ہمیشہ مژدہ تربے دارد، دیگر ملا ظہوری کہ بغایت رنگین،

۵۲۔ مآثر الامراء، ذکر فیضی

کلام سنت، و در مکارم اخلاق تمام عزیمت آستان بوس دارد،

دونوں کے اشعار بھی نقل کیے ہیں۔

ملک قمی کا دیوان اوّل اوّل فیضی ہی کو دکن سے اپنے ساتھ لایا غزالی شاعر مرا تو اسکی تاریخ کہی،

قدوۂ نظم غزالی کہ سخن | ہمہ از طبع خداداد نوشت
عقل، تاریخ وفاتش بدو طور | سنہ نہ صد و ہشتاد نوشت

عرفی کی نسبت، عام طور پر یہ مشہور ہے کہ فیضی اس سے جلتا تھا، اور دونوں میں ہمیشہ نوک جھونک رہتی تھی، چنانچہ اس قسم کے قصے، خافی خان اور بدایونی نے بھی نقل کیے ہیں۔ لیکن فیضی کے مکاتیب موجود ہیں۔ اس میں ایک دوست کو خط لکھا ہے اور عرفی کی اس قدر کی تعریف کی ہے کہ اس سے زیادہ نہیں ہو سکتی ہم اُس کے خاص الفاظ عرفی کے حال میں نقل کریں گے؛

نہایت حلیم اور نیک نفس تھا، ملا عبد القادر بدایونی کا برتاؤ جو اس کے ساتھ تھا، اس کا اندازہ اُن الفاظ سے ہو سکتا ہے جو ملا صاحب نے اس کی نسبت استعمال کئے ہیں چنانچہ اسکے حالات میں لکھتے ہیں

مخترع جدو ہزل و عُجب و کبر و حقد و مجموعۂ نفاق و خباثت و ریا و حُب جاہ و خیلاء و رعونت بود، در و ادبے عناد و عداوت با اہل اسلام و طعن در اصل اصول دین و اہانت مذہب و مذمت صحابہ کرام و تابعین و سلف و خلف متقدمین و متاخرین و مشائخ و اموات واحیاء و بے ادبی و بے تحاشی نسبت بہمہ علما و صلحا و فضلا سرًّا و جہارًا و لیلاً و نہاراً ہمہ یہود و نصاریٰ و ہنود و مجوس برو ہزار شرف داشتند،

لیکن فیضی کا سلوک ملا صاحب کے ساتھ یہ تھا، کہ ملا صاحب، جب دربار اکبری سے معتوب ہوئے تو ۹۸۶ھ ہجری میں اسنے احمد نگر سے ایک خط اکبر کو لکھا جس میں ملا صاحب کے کمالات کی بے انتہا تعریف کی، ان کے علمی اور اخلاقی کمالات آٹھ دس سطر میں گنائے ہیں آخر میں لکھا ہے کہ گو یا میں خود حضور کی درگاہ میں حاضر ہو کر نامبردہ کے اوصاف عرض کر رہا ہوں اور نہ کرتا۔ تو حق پوشی کا مجرم ہوتا، ملا صاحب کی غیرت کی داد دینی چاہیئے، کہ خود اس خط کو اپنی کتاب میں نقل بھی کیا ہے اور چونکہ یہ کھٹکا بھی تھا کہ لوگ کیا کہیں گے۔ اس لئے فرماتے ہیں۔

۱؎ بدایونی، تذکرۂ ملک قمی۔

اما چه توان کرد که حق دین وحفظ عہد آن با ما ترا زہمہ حقوق ست، الحب للہ والبغض للہ،

ملا صاحب، اور ان کے تمام پیروؤں نے متفقاً فیضی کو ملحد، بیدین، زندیق اور کافر لکھا ہے ملا صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ فیضی مرنے کے وقت کتوں کی طرح بھونکتا تھا، اور اس کے ہونٹھ سیاہ ہو گئے تھے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ فیضی کے رتبہ کو سمجھ نہیں سکتے تھے، وہ جو حکیمانہ خیالات ظاہر کرتا تھا ان لوگوں کو الحاد اور زندقہ نظر آتا تھا، فیضی کے مذہب اور اس کے خیالات سے اس کا دیوان بھرا پڑا ہی اس کے پاکیزہ خیالات خود اس کی زبان سے سنو،

ما طائر قدسیم نوا را نشناسیم | مرغ ملکوتیم ہوا را نشناسیم
بُرہان تُو نیم زما نفی نیا ید، | اسما نعم آموز کہ لا را نشناسیم
در کشف حقائق سبق آموز ضمیریم | ترتیب دلیل حکما را نشناسیم
با اہل جدل نکتہ توحید نہ گوئیم، | در رہ حرم حق چون وچرا را نشناسیم
اصحاب یقینیم، گمان را نہ پسندیم | ارباب صوابیم، خطا را نشناسیم
از قافلۂ ما نتوان یافت نشانے | رقص جرس و بانگ درا را نشناسیم
نور ہمہ تنیم، ز ظلمت نہ ہراسیم | آئینۂ صبحیم مسا را نشناسیم
بر دانش ما انجم و افلاک بخندند | گر صاحب لولاک کما را نشناسیم
صد شکر کہ ما پیرو اصحاب رسولیم | در شرع دگر راہ نما را نشناسیم

اس کے بعد چاروں خلفار کے اوصاف بیان کیے ہیں۔

بدایونی وغیرہ کہتے ہیں کہ فیضی فلسفہ کو شرع پر مقدم سمجھتا تھا، لیکن وہ خود مرکز ادوار میں لکھتا ہے

معنی قرآن چو ادا می کُنی | این ہمہ تاویل چرا می کُنی،
حق زتو با غیر مشابہ شدہ | پیش تو محکم متشابہ شدہ
فہم تو از قول نبی اجنبی | بے خبر از سر حدیث نبی،
چون سخن از شرح کج می رود | فکر تو چون حاشیہ کج می رود
طعنہ مزن این ہمہ بر اختلاف | کز پے تسہیل تو رفت اختلاف
گر بمیان در بہ طرف رفتہ اند | راہ چنان رو کہ سلف رفتہ اند

بہر ریاضی بہ ریاضت مکوش ، نور الٰہی بہ طبیعی مپوش
از خط اقلیدس و سخطش مگوے تحفۂ اشکال مجسطی بشوے
بگذر ازین علم و عمل بیش گیر ترک قوانین جدل پیش گیر

باایں ہمہ وہ فراخ مشرب اور آزاد خیال تھا، اور جانتا تھا، کہ متعصب مولویوں نے مذہب کی جو صورت بنا رکھی ہے، یہ اسلام کی اصلی تصویر نہیں، شیعہ، سنی، کے جھگڑوں کو وہ اصل مذہب سے غیر متعلق سمجھتا تھا، اور ان خانہ جنگیوں کی ہنسی اڑاتا تھا، اکبر کی ایک عرضداشت میں لکھتا ہے کہ ایک اُوزبک ترک ہاتھ میں دھاگا لئے پھرتا تھا، لوگوں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ بولا کہ میری ماں نے دیا ہے کہ کسی رافضی کے خون سے رنگین کر لا، تو میں رکھ چھوڑوں کہ میرے کفن کے سینے میں کام آئے اسی عرضداشت میں لکھتا ہے کہ چند احباب ایک حوض کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے، ایک شخص نے کہا۔ کل اسی طرح حوض کوثر کے چاروں کونے پر خلفائے اربعہ تشریف رکھتے ہونگے اور مومنین کو آب کوثر پلاتے ہونگے، ایک شیعہ جس کا نام محمود صباغ تھا، بولا کہ کیا فضول بکتے ہو، حوض کوثر مدور ہے، اور اس کے ساقی مرتضیٰ علیؑ ہیں یہ کہکر بھاگا، یہ حکایتیں لکھ کر فیضی حضرت خواجہ فریدالدین عطار کے یہ اشعار نقل کرتا ہے،

زنادانی دل پر جہل و پر مکر ، گرفتار علی ماندی و بوبکر ٭
چو یک دم زین تخیل می نرستی ، نمی دانم خدا را کے پرستی

فیضی پر بڑا الزام یہ ہے کہ اس نے اکبر کو لامذہب اور ملحد بنا دیا، اس جھوٹ میں صرف، اس قدر سچ ہے کہ ایک زمانہ میں شیخ عبدالنبی اور مخدوم الملک نے اس قدر تعصب پھیلا دیا تھا کہ غیر مذہب کے لوگ علانیہ قتل اور گرفتار کیے جاتے تھے خود بدایونی کی کتاب میں متعدد واقعات ہیں کہ بہت سے لوگ بدعتی اور رافضی ہونے کے جرم میں قتل کر دیئے گئے، فیضی اور ابوالفضل نے اکبر کی اس تنگ خیالی کی اصلاح کی۔ لیکن عبدالنبی اور مخدوم الملک کا اثر ملک پر اسقدر غالب آچکا تھا کہ انکا زور توڑنا مشکل تھا، فیضی اور ابوالفضل نے علمی مجلسیں قائم کرائیں جن میں درباریوں کو علانیہ نظر آیا کہ ان متعصبوں کے پاس لعن اور تکفیر کے سوا کوئی اوزار نہیں، اس کے بعد ۱۴ جمادی ۹۸۷ سنہ ہجری میں ایک محضر نامہ تیار کرایا جس کا مطلب یہ تھا کہ بادشاہ ظل اللہ ہے اسکو یہ منصب حاصل ہے کہ مسائل

مختلفہ میں جس مجتہد کے قول کو چاہیے اختیار کرے اور وہی حجت ہوگا" اس محضر کی عبارت شیخ مبارک نے لکھی اور فیضی اور ابو الفضل نے اس پر دستخط کیے لطف یہ کہ شیخ عبدالنبی اور مخدوم الملک کو بھی دستخط کرنے پڑے اکبر نے یہ بھی چاہا کہ اعلان عام کی غرض سے جمعہ کی نماز بھی پڑھائے۔ تاکہ منصب امامت مسلم ہو جائے، فیضی نے خطبہ لکھ دیا،

بنام آں کہ مارا سروری داد ، دلے دانا و بازوئے قوی داد

بود وصفش ز حدّ فہم برتر، تعالے شانہ، اللہ اکبر

ان کارروائیوں نے منصب مولویوں کا زور توڑ دیا، اور اکبر کو موقع ملا کہ وہ ایک ایسی وسیع اور آزادانہ حکومت قائم کرے، جس کے سایہ میں ہندو، مسلمان، یہود نصاریٰ، سب آزادی کے ساتھ اپنے اپنے فرائض مذہبی ادا کر سکیں، اور یہی طرز حکومت خلفائے راشدین نے قائم کیا تھا، اس میں شبہ نہیں کہ اکبر اس عالم میں حد سے تجاوز کر گیا تھا، درباریوں نے اس کو بنانا شروع کیا اور وہ بنتا گیا، وسعت مشرب میں اس نے آتش پرستی اور آفتاب پرستی تک کی لیکن اس میں فیضی کا کیا قصور ہے فیضی سے جہاں تک ہو سکا۔ اس نے ہر موقع پر مذہبی پہلو قائم رکھا، یاد ہوگا، جب اکبر کے حکم سے ابو الفضل نے توریت کا ترجمہ سنانا شروع کیا اور یہ مصرع پڑھا،

اے نامی وے ژژو کرسٹو (جینیرس کرائسٹ)

تو فیضی برابر سے بولا ع سبحانک ماسواک یاہو،

فیضی نے تفسیر، ان واقعات کے بعد لکھی ہے، لیکن ایک ذرہ مسلمات عام کی شاہراہ سے نہیں ہٹا، حالانکہ تفسیر میں ہر قدم پر اس کو آزاد خیالی دکھانے کا موقع حاصل تھا، ملا صاحب تو فرماتے ہیں کہ وہ تمام عقائد اسلام کا منکر تھا، لیکن وہ اُن تمام عقائد کا معترف نظر آتا ہے جنکو معتقدات عوام کہتے ہیں، معراج کی نسبت اکثر علمائے اسلام کا خیال ہے کہ روحانی تھی، لیکن فیضی اسپر راضی نہیں چنانچہ کہتا ہے،

رہ است بروکہ راہ کج نیست ،، حاجت بہ دلائل و حجج نیست

آں را چہ وقوف این مقام ست کو منکر خلق و التبام ست،

سچ تو یہ ہے کہ فیضی کی مذہبی آزادی ہم جو کچھ سنتے ہیں، زبانی سنتے ہیں، تصنیفات میں تو وہ ملائے مسجدی نظر آتا ہے

فیضی اگرچہ ریاکار مولویوں کو نہایت برا سمجھتا تھا، لیکن اصلی مقدس بزرگوں سے نہایت عقیدت رکھتا تھا، شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی سے اس کو نہایت خلوص تھا ایک مدت تک فتحپور میں بلاکر ان کو مہمان رکھا، پھر جب دربار کی مذہبی بدنامی پھیلی تو شیخ دلّی چلے گئے، فیضی نے بار بار بلایا، لیکن شیخ نے عذر کیا، بالآخر شیخ نے ایک خط لکھا جس میں ان کو آیندہ تکلیف دینے کا اظہار کیا، لیکن یہ بھی لکھا کہ خط کتابت سے دریغ نہ کیجیے گا، اخیر کے فقرے یہ ہیں[1]،

اگر بال و پرے مے داشتم، ہر روز بر بام آن حجرہ می نشستم، و دانہ چین نکات محبت می شدم، دیگر چہ نویسم، طلب ہائے دردانہ ازان جاد یری رسد از برائے خدا بر من، قافلۂ اسرار خود را راہ نہ بندند،

ملا صاحب ان تمام باتوں کو فیضی کی ستم ظریفی سمجھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ وہ گرمی محفل کے لیے ان بزرگوں کو اپنے یہاں بلاتا تھا،

اس زمانے میں نشانی صاحب ایک شہر کن ملا صاحب کے ساختہ پرداختہ تھے، وہ فیضی کے عروج کو دیکھکر سخت جلتے تھے، اور اس کی شان میں ہجو آمیز اشعار کہا کرتے تھے فیضی نے ایک قصیدہ لکھا تھا،

شکر خدا کہ عشق بتان ست رہبرم | بر ملّت برہمن و بر دین آذرم ، ، ،

اگرچہ فیضی نے اس شعر کے بعد بت، اور برہمن کے معنے بتادیئے تھے کہ متداول معنی مراد نہیں

بت چیست؟ رخ نگاشتۂ معنی مبیّن | کاندر کلیسیائے ضمیر ست مضمرم،

استاد، برہمن کہ زبت خانۂ خیال، | در سجدۂ حضور فرود آورد سرم،

لیکن نشانی صاحب، اس لطف کو کیا سمجھ سکتے تھے، انہوں نے اس کی چوٹ پر فوراً ایک قصیدہ لکھ ڈالا۔

شکر خدا کہ پیرو دین پیمبرم | حب رسول و آل رسول ست رہبرم

قائل بروز حشر و قیام قیامتم | امیدوار جنت و حوری و کوثرم

یہاں تک بھی غنیمت ہے لیکن ایک مثنوی ہیں فیضی کے کمال شاعری کا بھی انکار کرتے ہیں،

دعوی ایجاد معانی مکن، | شیخ نہ چرب زبانی مکن،

[1] تاریخ بدایونی، تذکرہ شیخ عبدالحق دہلوی،

طبع تو ہر چند در ہوشش زد ‌ ‌ ‌ یک سخن تازہ نشد گوشش زد
آنچہ تو گفتی دگران گفتہ اند ‌ ‌ ‌ دُر کہ تو سفتی دگران سفتہ اند
خانہ کہ از نظم بیاراستی ‌ ‌ ‌ آب و گلش از دگران خواستی
تازگی آن نہ ز باران تست ‌ ‌ ‌ از خوی پیشانی یاران تست
چند پی نقد کسان سوختن ‌ ‌ ‌ چشم بہ مال دگران دوختن
شربت بیگانہ فراموش کن ‌ ‌ ‌ آب ز سر چشمۂ خود نوش کن
گر خضری آب حیات تو کو؟ ‌ ‌ ‌ ور شکری شاخ نبات تو کو؟

ملاصاحب نے ان اشعار کو (نشانی کے حال میں) نہایت جوش سے نقل کیا ہے خود ہی فیضی کے حال میں فرما چکے ہیں کہ چالیس برس تک استخوان بندی کرتا رہا لیکن ایک شعر مزہ کا نہ نکلا، لطف یہ کہ نلدمن کے ذکر میں خود لکھ چکے ہیں کہ تین سو برس سے ایسی مثنوی نہیں لکھی گئی، ملاصاحب کی ان دورنگیوں پر بے ساختہ یہ شعر یاد آتا ہے،

امان بہ درد دگر بر زمان گرفتارم ‌ ‌ ‌ کہ شیوہ ہای ترا باہم آشنائی نیست

فیضی کو اپنے خاندان سے نہایت محبت تھی، نفسیر میں کوئی موقع نہ تھا لیکن اپنے آٹھوں بھائیوں کا ذکر کیا ہے، خطوط میں ابوالفضل کو علامی اخوی، نواب اخوی، لکھتا ہے اور اس انداز سے لکھتا ہے۔ کہ محبت کا نشہ ٹپکتا ہے، قصیدہ فخریہ میں ابوالفضل کی نسبت لکھتا ہے،

بار این چنین پدر کہ نوشتم مکارمش ‌ ‌ ‌ در فضل مفتخر ز گرامی برادرم
صد سالہ در میان من و اوست در کمال ‌ ‌ ‌ در عمر اگرچہ یک دو سہ سالے فزون ترم،

۹۹۷ھ ہجری میں اکبر کے ساتھ پشاور میں تھا کہ خبر ہوئی کہ والدہ بیمار ہیں، بادشاہ کا ساتھ چھوڑ کر لاہور پہنچا یہاں انکا انتقال ہو چکا تھا، بے تاب ہو گیا، اس عالم میں جو خط لکھے ہیں۔ ان سے خون ٹپکتا ہے، ایک دوست کو لکھتا ہے،

بالفعل حالے دارد کہ بندہ رانمی توان شناخت، مدرکا ہش افتادہ داندوہ کار گر آمدہ ضعف و اسہال روی نمود، و دل از حیات سرد شدہ بخدائی خدا سوگند کہ از ہزار یکے نوشتہ است“

تین برس کا بچہ مر گیا ہے، اس کے غم میں جانگداز مرثیہ لکھا ہے،

شد وقت آن کہ دیدہ چو دل غرق خون کنم	خون نابہ گرہ شدہ از دل برون کنم
آن غصہ کہ پیش نخوردم کنون خورم ،	وان نالہ کہ پیش نہ کردم کنون کنم
گو یند غافلان رہ صبر اختیار کن	چون اختیار دکف من نیست چون کنم
اے روشنی دیدۂ روشن چگونۂ	من بے تو تیرہ روز تو بے من چگونۂ
ماتم سرا ست خانہ من در فراق تو	تو زیر خاک ساختہ مسکن چگونۂ
بر خار وخس گر بستر و بالین خواب تست	اے یاسمین عذار سمن تن چگونۂ

تصنیفات | صاحب مآثر الامرا نے لکھا ہے کہ فیضی نے ایک سو ایک کتابیں تصنیف کیں، انکیں سے جن کتابوں کا پتہ چلتا ہے، ان کی تفصیل حسب ذیل ہے

خمسہ یعنی نظامی کی پانچوں مثنویوں کا جواب، انکی تفصیل خود ایک خط میں کی ہے، چنانچہ لکھتے ہیں،

اسامی کتب خمسہ این ست، اول مرکز ادوار کہ اکثرے در فتح پور گفتہ شدہ بود، دوم سلیمان و بلقیس کہ پیش ازین ہفت سال در لاہور بنیاد کردہ بود، و چیزے چند از ان گفتہ، سوم نلدمن کہ تمام شد، چہارم ہفت کشور، کہ در احوال ہفت اقلیم گفتہ خواہد شد، پنجم اکبر نامہ کہ آن ہم جستہ جستہ وقتے گفتہ بود،

ان میں سے دو کتابیں یعنی نلدمن اور مرکز ادوار انجام کو پہونچیں اور آج بھی ملتی ہیں، مرکز ادوار کی ترتیب شیخ ابو الفضل نے فیضی کے مرنے کے بعد کی،

مرکز ادوار کا عمدہ نسخہ ہمارے کتب خانہ میں جواب ندوہ پر وقف کر دیا گیا موجود ہے،

سنہ ۳۰ جلوس میں فیضی کو خمسہ کا خیال پیدا ہوا، اور سب سے پہلے مرکز ادوار شروع کی اس کے ساتھ اور مثنویوں کی بھی بنیاد ڈالی اور سب کے کچھ کچھ شعر کہے، لیکن چونکہ بہت سے مشغلے پیش آتے رہتے تھے، کوئی کتاب انجام کو نہ پہونچ سکی [1] سنہ ۳۹ جلوس میں اکبر نے اصرار کے ساتھ کہا کہ خمسہ کو پورا کرنا چاہیئے، اور سب سے پہلے نلدمن انجام پائے چونکہ ہندوؤں کا قصہ تھا، اکبر کی میلان طبع نے اس کو مقدم رکھا چنانچہ چار مہینے میں تمام ہوئی، چار ہزار شعر ہیں چنانچہ خود کہتے ہیں،

این چار ہزار گوہر ناب	کانگیختہ ام بہ آتشین آب

[1] پوری تفصیل اکبر نامہ واقعات سنہ ۳۹ جلوس میں ہے،

فیضی نے یہ مثنوی اکبر کی خدمت میں پیش کی اور دستور کے موافق اشرفیاں نذر کیں، اکبر نہایت محظوظ ہوا، اور حکم دیا کہ خوشخط لکھوا کر جابجا مرقعے اور تصویریں شامل کی جائیں۔ نقیب اخان کو حکم ہوا کہ وہ پڑھ کر سنایا کرے،

ملا عبدالقادر صاحب بدایونی ہر جگہ جہاں فیضی کا ذکر آتا ہے بے نقط سناتے ہیں، لیکن یہاں انکو بھی مجبور ہو کر تعریف کرنی پڑی، چنانچہ فرماتے ہیں،

دالحق مثنوی ست کہ درین سہ صد سال مثل آن بعد از امیر خسرو شاید در ہند کسے دیگر گفتہ باشد،

ابوالفضل نے اکبرنامہ میں لکھا ہے کہ سب مثنویاں پوری ہوئیں، لیکن اوپر عینی شہادت پیش نہیں کی، بلکہ فیضی کے اشعار سے استدلال کیا ہے، لیکن جو شعر استدلال میں نقل کیئے ہیں ان سے یہ ثابت نہیں ہوتا، اشعار یہ ہیں،

زین ہفت رباط و چہار منزل — بندم بہ جہان پنج محمل
آن چار عروس ہفت خرگاہ — کاوردمیشان بہ نیمۂ راہ،
چندین اگرم امان دہد بخت — یک یک ہرم بپایۂ تخت
گر نشکندم سپہر پیمان، — بلقیس برم بر سلیمان

نلدمن اور مرکز ادوار پر ہو آگے آئے گا سلیمان بلقیس کا یہ انداز ہے،

الٰہی پردہ تقدیر بکشائے — سلیمان مرا بلقیس بنمائے
دل من با بتان آذری چند — سلیمانے گرفتار پری چند
چنانم از بلندی دردہ آواز — کہ آید ہدہد شوقم بہ پرواز
گرہ شد ہفت دریا در گلویم — کشائش نیست ممکن تا نہ گویم
دگر رفتم کہ بگذارم مقابل — شگاف خانہ را بار وزن دل،،

اکبر کی مہم گجرات پر ایک مثنوی لکھی تھی وہ بھی ناپید ہے چند شعر ایک خط میں نقل کیئے ہیں ملاحظہ ہوں

ہما ندم اہالی حکام شہر — کہ در شہر بودند مشہور دہر،
ہمہ کردہ آویزۂ دست خویش — کلید در گنج شاہان بہ پیش

رسید ندا رسر قدم ساختہ | زشادی سراپائے نشناختہ
سر خود نہادند پر پائے شاہ | کہ مائیم سرتا قدم در گناہ
زعمرے کہ نگذشتہ در بندگی | لبے گو نہ داریم شرمندگی
رسیدیم در خدمت بندہ دار | بجز بندگی بندگان راچہ کار

نہایت فصیح کلسی اور زہدیانہ ترکیبیں ہیں، اس لیے قلم انداز کرتا ہوں،

موارد الکلام تفسیر غیر منقوط لکھنے کا جب ارادہ کیا، تو مشق کے طور پر پہلے یہ کتاب لکھی کہ ہاتھ صاف ہو جائے. کلکتہ میں چھپ گئی ہے. فیضی کے ایک رقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۹۸۵ سنہ ہجری کی تصنیف ہے فیضی نے اس کو بلاد عرب میں بھیجا تھا، اور لوگوں نے حسب دستور اسکو بہت کچھ داد دی،

سواطع الالہام یعنی تفسیر غیر منقوط ۱۰۰۲ سنہ ہجری میں تمام ہوئی، کل مدت تصنیف دو ڈھائی برس ہے اس تفسیر پر فیضی کو بڑا ناز ہے، دوستوں کو جو خطوط لکھے ہیں ان میں اکثر فخر سے اس کا تذکرہ کرتا ہے، جن لوگوں نے تاریخیں اور تقریظیں لکھیں، ان کے نام بھی لکھے ہیں ایک خط میں لکھتا ہے

در عاشر ربیع الثانی ۱۰۰۲ سنہ ہجری اثنین والف کہ سال حال ست، تمام شد، این عطیہ غیبی مخصوص فقیر بود، غرائبش زیادہ ازان ست کہ جرأت افزائے اہل این فن نگردد

دیباچہ میں لکھا ہے کہ جب ابتدائی نو والد کو دکھایا، وہ بہت خوش ہوئے اور بعض فقرے بدل دیئے، چھٹا حصہ تمام ہوا. تو اکبر نے فیضی کو دکن کی مہم پر بھیجدیا. اس مہم میں ایک سال سے زیادہ توقف ہوا، اسی اثنا میں شیخ مبارک کا انتقال ہو گیا، پھر تفسیر رک گئی، اور ایک سال سے کچھ کم رکی رہی، دوسرے سال کے آغاز میں شروع کی، اور انجام کو پہونچائی تفسیر خیر جو کچھ ہو، ہے لیکن تاریخیں اور تقریظیں خوب لکھی گئی ہیں، ملا حیدر کاشانی نے پوری قل ہو اللہ سے تاریخ نکالی یعنی اس سورہ کے حرفوں کے عدد شمار کیئے جائیں، تو ۱۰۰۲ ہوتے ہیں ایک اور شخص نے اس آیت سے تاریخ نکالی لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین۔ ظہوری اور مالک قمی نے قصیدے اور رباعیاں لکھیں، چند رباعیاں درج کرتا ہوں جن میں غیر منقوط ہونے کی توجیہ شاعرانہ طریقہ سے کی ہے۔

دانائے ازین دفتر گل دریا شد | پیداست نقاطش ارچہ ناپیدا شد
شد وقت حصاد، دانہا خرمن گشت | شد سبز تمام، قطرہ ہا در باشد

ازچین سخن گران نتوان ساخت، / بوے بوزید وصفحہ مشک افشان ساخت

صیاد خیال از پئے آہوے قلم / ہر نافہ کہ چید در بغل پنہان ساخت

این نسخہ کہ شاد کرد ناشادان را / رو ساختہ شاگردی استادان را

ہر نقطہ ز تار خط بیفگند کمند / در بند ر ربود اشت آزادان را

اے بخت بیا یاری این بیکس کن / تا پیش روم موانع رہ پس کن

ہر نقطہ کہ کردند ازین نسخہ برون، / شد مہر لب سخن ظہوری بس کن

این خردہ چہ خردہا کہ نایاب شدند / ذرات درین شعشعہ سیماب شدند

از پردہ لفظ حسن معنی بدمید / خورشید برآمد، اختران آب شدند

فیض ازل از چہرہ برافگند نقاب / از لوح خرد سترد آثار حجاب،

سرزد خورشید معنی از مشرق لفظ / نیلوفر نقطہ سر فرو برد بہ آب

سخت تعجب ہے کہ فیضی جیسے حکیم اور فلسفہ پسند شخص نے کیونکر یہ بیہودہ مغز کادی گوارا کی تفسیر کو پڑھکر بجز اس کے کہ جا بجا مہمل الفاظ جمع کر دیئے ہیں اور کچھ اثر طبیعت پر نہیں ہوتا، یہ سچ ہے کہ اور کوئی شخص اس کمان کو زہ نہیں کر سکتا، لیکن بہرحال ایک لغو کام ہے، کسی سے بن آئے یا نہ آئے بطرہ یہ کہ فیضی کے مخالفین نے اس موقع پر یہی اعتراض کیا تو یہ کیا کہ آج تک کسی نے بے نقط تفسیر نہیں لکھی، اس لئے یہ بدعت ہے اور اس لئے خلاف شریعت ہے فیضی نے برجستہ جواب دیا، کہ خود کلمۂ توحید لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ سرتاپا غیر منقوط ہے،

انشای فیضی، نور الدین محمد عبداللہ بن حکیم عین الملک، کہ نسلاً ایرانی اور خود ہندوستان زا تھے، فیضی کے بھانجے اور شاگرد تھے، انہوں نے فیضی کے تمام مکاتیب وخطوط مہیا کر کے ایک مجموعہ مرتب کیا، اور لطیفہ فیضی نام رکھا، اسوقت تک خطوط اور مراسلات سے بیان واقعہ کے بجائے زیادہ تر اظہار انشا پردازی مقصود ہوتا تھا فیضی پہلا شخص ہے، جس نے سادہ نگاری کی ابتدا کی، اس طرز میں اس کا کوئی نظیر ہے، تو حکیم ابوالفتح ہے جسکے رقعات چار باغ کے نام سے مشہور ہیں فیضی کے خطوط سے اس زمانہ کے تمدن، تہذیب معاشرت، آداب رسوم، ہر قسم کے حالات معلوم ہوسکتے ہیں، بعض بعض جگہ ہندی الفاظ بھی بول جاتا ہے، مثلاً والدہ کو،

"بُواُچیو" کہا کرتا تھا، خط میں انکا ذکر آگیا ہے تو یہی لفظ لکھدیا ہے،

دیوان غزلیات | کچھ اوپر نو ہزار شعر ہیں، خود دیباچہ لکھا ہے اور یہ تعداد بھی اس میں لکھی ہے، دیباچہ میں یہ بھی عذر کیا ہے کہ اس میں پست و بلند ہر قسم کا کلام ہے خاتمہ میں چند رباعیاں لکھی ہیں، ایک یہ ہے،

این قصر سخن یافت عمارت از من ، دریافت ز احباب اشارت از من

ہر نکتہ کہ می ریخت ز نوکِ قلم ، معنی ز خدا بود عبارت از من ،

دیوان کا نام طباشیر الصبح رکھا، ایک خط سے جو ایک دوست کو لکھا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ یہ دیوان جب مرتب ہوا ہے، تو فیضی کی عمر ۴۰ سے کچھ اوپر تھی اسی خط سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ غزل گوئی کا سلسلہ بند نہیں ہوا، بلکہ دوسرے دیوان کی تیاری کی ہے،

قصائد مختصر سا مجموعہ ہے، حمد، نعت، مدح، فخر، تصوف، اخلاق، وغیرہ مضامین پر الگ الگ قصیدے لکھے ہیں، قصیدوں کی تعداد کم ہے، قصائد کئی سو شعر کے ہیں طرحیں بھی اپنے معاصرون سے الگ اختیار کی ہیں، بیٹے کا ایک مرثیہ بھی ہے اور نہایت پُر درد ہے، خاتمہ میں قطعات بھی ہے، لیکن قطعیات دیوان میں بھی شامل ہیں، بعض قصائد الحاقی معلوم ہوتے ہیں، مثلاً یہ قصیدہ،

وصی نبی آن کہ از صلب فطرت ، بہ شاہ اولو العزم توام نشیبند

امامے کہ روز وفاتِ پیمبر ، خلافت گذارد بہ ماتم نشیبند

گرفتم معاند درین تنگ میدان ، براشہب خرامد بر دہم نشیبند ،

کجا رتبۂ کعبہ یا بد سفینے ، ؛ ، کہ فردا بہ قعرِ جہنم نشیبند.

جُہان پُر شد از فتنہ یا شاہِ مردان ، تو برخیز کاشوب عالم نشیند ، ؛

ابو الفضل کی ایک تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ فیضی کے کل کلام کی تعداد ۵۰ ہزار کے لگ بھگ ہے، تذکرہ شعرا کا تذکرہ لکھنا شروع کیا تھا، لیکن اس کے سوا کہیں اُسکا پتہ نہیں چلتا، کہ ایک خط میں ایک دوست کو لکھتے ہیں،

کتاب مقاصد الشعرا را البتہ البتہ چون تشریف آرند، ہمراہ آرند کہ اختتام تذکرہ موقوف بآن ماندہ، و از کتب دیگر ہم انچہ توانند استنباط فرمودہ فرمایند کہ فقیر می خواہم، در خطبۂ آن ذکر شریف کنم ،

مہابھارت ۹۹۰ھ ہجری میں اکبر نے حکم دیا کہ مہابھارت کا ترجمہ کیا جائے، بڑے بڑے گنوان پنڈت جمع ہوئے، اکبر خود عبارت کا مطلب نقیب خان کو سمجھاتا جاتا تھا، اور وہ فارسی میں ترجمہ کرتا تھا، پھر عبدالقادر بدایونی، ملا شیری وغیرہ کو الگ الگ ٹکڑے سپرد کیے، دو فن فیضی کے حصے میں آئے۔

اتھروَن بید اس کا ترجمہ بھی فیضی کی طرف منسوب ہے، لیکن عبدالقادر بدایونی کی تحریر سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ ۹۸۳ھ ہجری میں بھاون نام ایک برہمن جو دکن کا رہنے والا تھا اسلام لایا، اور دربار میں حاضر ہوا، اکبر نے اس کو حکم دیا کہ اتھروَن بید کا ترجمہ کرائے، اوّل اوّل یہ کام ملّا عبدالقادر بدایونی کے سپرد ہوا، یعنی بھاون مطلب سمجھاتا جائے اور یہ فارسی میں لکھتے جائیں لیکن چونکہ اس کی عبارت نہایت پیچیدہ تھی، ملا صاحب نے عذر کیا، اکبر نے ملا صاحب کے بجائے فیضی اور پھر فیضی کے بجائے ابراہیم سرہندی کو ترجمہ کا حکم دیا، فارسی رامائن کو بھی عام لوگ فیضی کی طرف منسوب کرتے ہیں، لیکن یہ محض غلط ہے، رامائن کا ترجمہ اصل میں بدایونی نے ۹۹۹ھ ہجری میں، چار برس کی محنت میں کیا تھا، پھر مسیحائے پانی پتی نے نظم میں لکھا جو آج عام طور پر مشہور ہے،

لیلاوتی حساب میں ہے، فیضی نے سنسکرت سے فارسی میں ترجمہ کی،

فیضی کی شاعری فیضی فطرۃً شاعر تھا، اسکا خاندان شاعری سے کچھ تعلق نہیں رکھتا تھا تعلیم و تربیت بھی شاعری کی حیثیت سے نہیں ہوئی تھی، تاہم وہ بچپن ہی سے شعر کہتا تھا، لیکن چونکہ طبیعت مشکل پسند تھی اور عربیت کا زور تھا، اس لئے طبیعت زیادہ تر صنائع کی طرف مائل تھی، اپنا بچپن کا کلام کوئی شاعر محفوظ نہیں رکھتا، فیضی نے بھی ضائع کر دیا ہوگا، لیکن ملا عبدالقادر صاحب بدایونی کی بدولت ہم کو ایک غزل ہاتھ آئی ہے،

اے قدِ نیکوے تو سروِ رواں	وے خمِ ابروے تو شکلِ کماں
حلقۂ گیسوے تو دامِ جنوں	طرہ ہندوے تو کامِ جناں
ہم لبِ جادوے تو آبِ حیات	ہم خطِ دلجوے تو خضرِ زماں ⁂

پانچ شعروں کی غزل ہے اور صنعت یہ ہے کہ باوجود صنعت ترصیع کے ہر شعر چار بحروں میں پڑھا جاتا ہے

لہ بدایونی واقعات ۹۸۳ھ ہجری

سے بدایونی جلد ۳، تذکرہ فیضی شاعر،

ابتدائی میں جو قصیدے ہیں ان میں عرفی نا مانوس الفاظ کثرت سے ہیں اور بے تکی ملائمت کا زور ہے مثلاً

یکے معلم شاہزادہ ہائے نامدار — کہ بر نہال فلک ہمی کنند باغبانی

کشمیر کا پورا قصیدہ دیکھو،

ایک قطعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوالفرج رونی کا تتبع کرتا تھا،

فیضی منم آنکہ در سخندانی — گنجینۂ در بغیب گرفتہ ام

تا کرد نہالم عرصۂ سخن — ہر چرخ و درج درج گرفتہ ام

ذوقے کہ توان گرفت از شعر — از شعر ابوالفرج گرفتہ ام

لیکن جس قدر اہل زبان سے اختلاط بڑھتا گیا زبان سادہ اور صاف ہوتی گئی، عرفی ظہوری، ملا قمی وغیرہ کی صحبتیں رہیں خصوصاً عرفی کی زور طبع اور چاشنی سخن کا نہایت معترف ہے،

محتشم کاشانی کی تعریف میں لکھتا ہے،

ہمیر باد سخن محتشم کہ در کاشان — بطرز تازہ طرز سخنوری دارد

یکے ز نکتہ وران گفت دیدم اشعارش — عبارتے ست کہ معنی سرسری دارد

بگفتمش سخن و عبارتے است ولے — عبارتے کہ بمعنی برابری دارد

ان باتوں سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اس کی شاعری پر کن چیزوں کا اثر پڑا ہے،

فیضی نے قصیدہ، مثنوی، غزل سب کچھ کہا ہے، لیکن قصیدے سب بے مزہ ہیں ابتدائے کلام ایک طرف اخیر کے قصائد سے بھی ملائمت کی بو آتی ہے، البتہ مثنوی اور غزل لاجواب ہے اور انہیں دونوں صنف پر ہم ریویو کرنا چاہتے ہیں،

فیضی کی خصوصیات میں سب سے بڑھکر جوش بیان ہے جس کا وہ موجد بھی ہے اور خاتم بھی جوش بیان خواجہ حافظ میں بھی ہے اور اعلیٰ درجہ پر ہے لیکن رندانہ مضامین اور دنیا کی بے ثباتی کیساتھ مخصوص ہے فیضی کے ہاں فخریہ، عشقیہ، فلسفیانہ، ہر قسم کے مضامین میں وہی جوش پایا جاتا ہے،

جوش بیان اس کے ذاتی حالات کا خاص اثر ہے جو کسی اور کو نصیب نہیں ہو سکتا تھا،

غور کرو ایک شخص جس کے سینے میں تمام علوم و فنون کے خزانے بھرے ہوئے ہیں، فلسفہ اور حکمت کے نہایت دقیق نکتوں تک اس کی نظر پہونچتی ہے اور وہ یہ دیکھتا ہے کہ اور حریف معمولی سطح کی

آگے نہیں بڑھ سکتے، آزاد خیالی اور بلندی نظر، اسکو آسمان تک پہونچائے دیتی ہے، ان سب باتون کے ساتھ قسمت کی یاوری نے اسکو تخت شاہنشاہی کے برابر کھڑا کردیا ہے ایسے شخص کے جوش مضامین کا کیا اندازہ ہوسکتا ہے، جب وہ تخت شاہی کے پاس کھڑا ہوکر اکبر کو مخاطب کرتا ہے تو یہ معلوم ہوتا ہے، کہ ایک سیہ مست جوش مستی میں آپے سے باہر ہوا جاتا ہے، اور ہنکار رہا ہے،

شاہنشاہا اختر و چرخ!	دریا گہرا فلک شکوہا!
بزمے ست جہان بہ عیش پیوست	دور تو شراب و آسمان مست
امروز بہ این نوائے چون شہد	من باربدم تو خسرو عہد
زین خامہ کہ کردہ ام فلک سائے	پیش تو ستادہ ام بیک پائے
این نامہ کہ عشق بر زبان برد	طغرائے ترا بہ آسمان برد
این چار ہزار گوہر ناب	کانگیختہ ام بہ آتشین آب
ہر چند نہ بر کہ آب گوہر تست	از بہر نثار افسر تست
پیمانہ من اگر نشد پر	دریا کنمت نثار بہ دُر
گر عشق چنین بسوزدم پاک	مہتاب برون برآرم از خاک
بگداختہ آبگینہ دل	آہن بندم بدست مقبل
آنم کہ بہ سحرکاری ژرف	از شعلہ تراش کردہ ام حرف
بانگ قلمم درین شب تار	بس معنی خفتہ کرد بیدار
ہر صبح بہ فیض بادشاہی	من بودم و باد صبحگاہی

اکبر نے جب ملا صاحب کی فرمایش کے لئے دربار میں بلایا ہے اس حالت کو دیکھو کس جوش سے بیان کرتا ہے

برخاستم از زمین فلک ناز	برخاستہ مو بمو بہ پرواز
چشمے کہ بر و گذار کردم	چشم و گوش نثار کردم
بگذشتم ازان در ادب نیز	کونین گذاشتہ بہ دہلیز
دیدم دو جہان بیک جہان در	صد عمر ابد بیک زمان در
پیوند زمینیان گسستم	نزدیک بہ آسمان نشستم

یہی جوش فلسفیانہ اور عشقیہ مضامین میں بھی قائم ہے،

اے عشق رخصت ست کہ از دوش آسمان — بردوش خود نہم علم کبریائے تو

نظر فیض چو بر خاک نشینان فگنم — مور را مغز سلیمان رسد از قسمت ما

از تف بادۂ ما بال ملائک بگداخت — وائے آن روز کہ برقے جہد از شیشۂ ما

روئے کشادہ باید و پیشانی فراخ — آن جا کہ لطمہ ہائے ید اللہ می زنند

این جمی بود کہ ساقی بقدح ریخت فرو — کہ مسیح و خضر از رشک کشاکش کردند

میرسد اہل نظر چون بعرش پیوستند — کہ پایہ کنگرۂ دل نہادہ برجستند

عشق صبر و خرد و ہوش ز فیضی بربود — وز درہ بین کہ بآن قافلہ سالار چہ کرد

بندہ ایم خاک ولیکن ببوئے تربیت ما — توان شناخت کزین خاک مردمی خیزد

عشق تا پائے بیفشرد دور اندیشۂ ما — ہمہ معشوق تراود ز رگ و ریشۂ ما،

بادہ در جوش ست یاران منتظر — ساقیا خذ ما صفا دع ما کدر،

می کند شعلہ سرے از دل صد پارۂ ما — جوش آتش بود امروز بفوارۂ ما

ہیچ دانی دل ما خورد چرا بشکستند — آسمان آئینہ ہا ساخت ز سیارۂ ما

زین دبار گرد ہے شکر لبان ہستند — کہ بادہ با نمکے آمیختند و بر ستند۔

فیضی کنم تہی ورہ عاشقی بہ پیش — دیوان خود مگر بارو عالم گرو کنم

اقسام سخن میں فیضی بافخر یہ خوب کہتا ہے، اور اس عالم میں اسکا جوش بیان حد سے گذر جاتا ہے ملاحظہ ہو

امروز نہ شاعرم حکیمم ، — دانندۂ حادث و قدیمم ،

ہر موئے ز من تمام گوش ست — خاموشی من بصد خروش ست

تا تازہ و تر زنم رقم را ، — در بادہ کشیدہ ام قلم را

این شیشہ نہادہ ام بران طاق — کان جانہ رسید دست عشاق

اسراف معانیم نظر کن — زین گنج بہ مفلسان خبر کن ،

نی ریخت زسحر کاری ژرف ، — از صبح ستارہ وز من حرف ،

دروازۂ صبح بر رخم باز ، — کلکم ز شگافت پر نو انداز ،

این بادہ کہ جوشد از ایاغم — خونے ست چکیدہ از دماغم
صد دیدہ بورطۂ دل افتاد — کین موج گہر بہ ساحل افتاد
دکان ہنر چنین کشودن، — سامان سخن چنین نمودن،
این کار من ست کار کس نیست — اندازۂ ہر ہوس نیست
چون بر سپہم نظر فگندند، — در معرکہ ام سپر فگندند
بر تافتہ ام از دم سبک سیر — ناقوس برہمنان نہ دیر،
بنگر کہ چسان بصد تگ و تاز — بر تار معانیم رسن باز
ہر نغمہ کہ بستہ ام برین تار — ناقوس نہفتہ ام بہ زنار،
این گل کہ بہ بوستان نثاری ست — از من بہ بہار یادگاری ست

(۲) فیضی کی ممتاز خصوصیات شاعری میں سے استعارات کی شوخی اور تشبیہات کی ندرت ہے، اکبری دور کے شعرا میں یہ خصوصیت عام ہے، لیکن نوعی خبوشانی اور عرفی اس وصف میں اپنے معاصرین سے ممتاز ہیں۔ اور فیضی ممتاز تر ہے، یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے، کہ اس خاص صفت میں فیضی پر عرفی کا اثر پڑا ہے، یا خود عرفی نے فیضی سے یہ شوخیاں سیکھی ہیں، ایک مستند ایرانی تذکرہ نویس نے فیضی کے حق میں یہ فیصلہ کیا ہے، لیکن چونکہ تذکرہ نویس صاحب فیضی کے معاصر ہیں اور فیضی دربار کا ملک الشعرا تھا، اسلیئے خوشامد کے سو ظن کا موقع باقی رہتا ہے،

بہر حال استادی و شاگردی کی بحث نہیں، لیکن فیضی کی شوخی استعارات اور جدت تشبیہات سے انکار نہیں ہو سکتا، مثالیں ملاحظہ ہوں،

بزمے ست جہان بہ عیش پیوست — دور تو شراب و آسمان مست
زین خامہ کہ کردہ ام فلک سائے — پیش تو ستادہ ام بیک پائے
گر عشق چنین بسوزدم پاک — مہتاب برون برآرم از خاک
رنگ آختہ آبگینۂ دل — آئینہ دہم بدست محفل،
بگداختہ ام دل و زبان را، — کین نغمہ نمودہ ام جہان را،
امروز بہ بود مان ایام ،، — زد نوبت من سپہر بر بام

آنم کہ بہ سحر کاری ز حرف | از شعلہ تراش کردہ ام حرف
بانگ قلمم درین شب تار | بس معنی خفتہ کرد بیدار
برخاستم از زمین فلک تاز، | برخاستہ مو بمو بہ پرواز،

(۳) وہ اکثر فلسفیانہ مضامین باندھتا ہے جس کے ساتھ ادعا اور غرور کی جھلک بھی ہوتی ہے

گویند ہمرہان طریقت کہ اے رفیق | آگاہ شو کہ قافلہ ناگاہ می زنند،
روئے کشادہ باید و پیشانی فراخ | آن جا کہ لطمہ ہائے ید اللہ می زنند

اس شعر کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ جہاں خدا کے ہاتھ کے طمانچے پڑتے ہیں، وہاں شگفتہ، روئی اور کشادہ جبینی درکار ہے، مطلب یہ ہے کہ صدمات قضا و قدر کی برداشت یا تجلیات کی برق افگنی کے لیئے نہایت صبر و استقلال درکار ہے،

عجب تر از دلِ فیضی ندیدہ ام طلسم | کہ ہم گہر بود و ہم محیط و ہم غواص
چہ کششہاست کہ در زلف بتان تعبیہ شد | کہ حقیقت دو جہان رو بہ مجاز آوردند،
گر دلے گم شود از حلقۂ عشاق بپرس | ہر چہ بردند درین قافلہ باز آوردند
عشق ما پائے ببفشرد و در اندیشۂ ما | ہمہ معشوق تراود ز رگ و ریشۂ ما
مسافران طریقت زمن جدا مشوید | کہ دور بینم و چشمم بہ منزل افتادہ است
مسافر ہیم ز راہ دلے آہ چارہ چیست | زین رہزنان کہ بر دل آگاہ می زنند
اگر بہ سرے نہ کشتم سوئے بخودی چہ کنم | مرا ازہمدمے خود ملال می گیرد
بگریز کہ دوران فلک عربدہ خیز ست | آئین حریفان ہمہ کج دار و مریز ست
در دشت آرزو بندو دیم دام ودو | زاہے ست این کہ ہم زنو خیز دلہائے تو
خاک بیزان رہ فقر بہ جائے نروند، | گوئی این طائفہ این جا گہرے یافتہ اند

فیضی کے دل میں فلسفیانہ خیالات کا جب زور ہوتا ہے اور اُن کے اظہار میں جب وہ مجبور ہوتا ہے تو اس مجبوری کو عجیب انداز سے ظاہر کرتا ہے:

فلسفیانہ مسائل اس کے دل و دماغ میں بھر گئے ہیں، چاہتا ہے کہ ظاہر کرے۔ لیکن جانتا ہی کہ لب ہلے اور ظاہر بین علما قابو سے جاتے رہے، چونکہ علما ہی کے گروہ میں زندگی بسر کی ہے اور اپنے

آپ کو اس دائرہ سے باہر نکالنا نہیں چاہتا، اس لئے چاہتا ہے کہ اصل حقیقت بھی ظاہر کی جائے اور ہم قیفونکا ساتھ بھی نہ چھوٹنے پائے، لیکن یہ کیونکر ہوسکتا ہے مجبوراً ساتھیوں سے انقطاع پر آمادہ ہوتا ہے، کہتا ہے اور

من نیست کہ من ہم نفسان را بگذارم
با آبلہ پا یاران چہ کنم قافلہ تیز است

اسی مضمون کو ایک اور پیرایہ میں ادا کرتا ہے،

فیضی از قافلۂ کعبہ روان نیست برون
این قدر ہست کہ از ما قدرے در پیش ست

بعض وقت اس کو خیال آتا ہے، کہ مسلمان بت پرستی کے سخت دشمن ہیں، لیکن کعبہ کی در و دیوار کی تعظیم میں ان کا جو طریق عمل ہے، اُس میں ظاہر پرستی کا صاف شائبہ پایا جاتا ہے اُس خیال کو یون ادا کرتا ہے،

آن کہ می کرد مرا منع پرستیدن بت
در حرم رفتہ طواف در و دیوار چہ کرد

پھر غور کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ نہیں کعبہ پرستون کی یہ اخیر منزل نہیں، مقصود اصلی وہی ذات بحت ہے، لیکن مبتدیون کو ان ابتدائی منزلوں سے گزرنا پڑتا ہے، اس بنا پر کہتا ہے،

کعبہ را ویران مکن اے عشق کانجا یک نفس
گہ گہے پس ماندگان راہ منزل می کنند

(۴) غزل میں عام شعرا کا قاعدہ ہے کہ کوئی قدیم طرح سامنے رکھ لیتے ہیں، پھر ایک ایک قافیہ پر نگاہ ڈالتے ہیں، اور جو قافیہ جس انداز سے بندھ سکتا ہے باندھتے جاتے ہیں، رفتہ رفتہ غزل پوری ہو جاتی ہے، یہ بہت کم ہوتا ہے کہ پہلے کوئی مسلسل یا مفرد خیال دل میں آئے اسکو شعر میں ادا کریں پھر غزل پوری کرنے کے لئے اور اشعار بھی لکھتے جائیں، لیکن فیضی کی اکثر غزلوں میں صاف نظر آتا ہے کہ کسی واقعہ کے اثر سے کوئی خیال دل میں آتا ہے اور اسی کو وہ ادا کر دیتا ہے خطوط میں جا بجا لکھتا ہے کہ فلان واقعہ نے یہ خیال پیدا کیا، اور وہ غزل کی صورت میں ادا ہوا، مثلاً دکن کے سفر میں ایک دفعہ کچھ ہنگامہ ہوا لوگ شہر چھوڑ چھوڑ کر بھاگنے لگے فیضی نے بہت روکا، کسی نے نہ سنا اُس وقت بے اختیار اس کی زبان سے یہ غزل ادا ہوئی،

بازیاران طریقت سفرے در پیش ست
رہ نوردان بلا را خطرے در پیش است

کس نمی گویدم از منزل اول خبرے
صد بیابان بگذشت و دگرے در پیش است

ہمرہان این ہمہ نومید بناشید از من
کہ دعائے سحرم را اثرے در پیش است

مانہ آنیم کہ نادیدہ قدم بگذاریم ؛ — سشا کین قافلہ را راہبرے در پیش است
اے صبا! بر سر آفاق گُل مژدہ بریز — کہ شب تیرۂ ما را سحرے در پیش است
فیضی از قافلۂ کعبہ روان بیرون نیست — این قدر ہست کہ ما قدرے در پیش است

اسی طرح اکبر جب گجرات کی مہم سے آیا ہے، تو ایک غزل لکھی ہے، جسکا مطلع یہ ہے

نسیم خوشدلی از فتحپور می آید — کہ بادشاہ من از راہ دور می آید،

احمد آباد گجرات میں پہونچا ہے، تو وہاں کے دلفریب حسن نے اسپر اک خاص اثر کیا ہے وہی غزل میں ادا کرنا

منم کہ کشتۂ گجراتیان بیدادم — خراب عشوۂ خوبان احمد آبادم
سہی قدے ز سر ناز جلوۂ ننمود — کہ ہمچو سایہ بدنبال آن نیفتادم،
بہر طرف کہ خرامید سرو آزادی، — غلام او شدم و خط بندگی دادم
چو رشک گلشن فردوس احمد آباد ہست — از و مباد برونم کشند چون آدم
بحسن مردم گجرات با ز نسبت دے — نمی روند جوانان دہلی از یادم،،

لیکن انصاف یہ ہے کہ ایک حکیم، ایک فلسفی، ایک ادیب عشق کی کڑیاں نہیں جھیل سکتا،

بسوز عشق، شاہان را چہ کار ست — کہ سنگ لعل، خالی از شرار است

اس بناپر فیضی کے عشقیہ اشعار میں وہ سوز و گداز نہیں، جو عاشق تن شعرا کا خاصہ ہے۔
نظیری و ہمنگران گجرات کی شان میں کچھ کہنا تو تم دیکھتے کہ سننے والے دل تھام کر رہجاے
بہر حال فیضی کے تغزل کا اندازہ کرنا چاہو، تو اشعار ذیل سے کر سکتے ہو،

انچہ بہ فیضی نظر دوست کرد — مشکل اگر دشمن جانی کند
ناشکری عشق چون توان کرد، — غم بر سر غم فزود ما را
حیران فسون سازی عشقم کہ خیالت — از دیدہ درون آید و در سینہ نگنجد،

شب وصل کے ذکر میں ایک غزل لکھی ہے دو شعر سننے کے قابل ہیں،

نگویم اے فلک از کجر و بہایت تو برگردی — شب وصل ست خواہم اندکے آہستہ تر گردی
ز مہتاب ہست خوش کاشانۂ من روشن امشب — اگر وقت طلوع آید اے خورشید برگردی

تمّت

مختصر فہرست قومی پریس دہلی

ازواج النبی، جناب سرور کائنات کے ازواج مطہرات کے
پورے حالات وسوانح درج ہیں، حضرت خدیجہؓ، حضرت سودہؓ
حضرت عائشہؓ، حضرت حفصہؓ، حضرت زینبؓ، حضرت ام سلمہؓ، حضرت
زینب بنت جحش، حضرت ام حبیبہؓ، حضرت جویریہؓ، حضرت میمونہؓ، حضرت صفیہؓ
مخالفین کے اعتراضوں کا پورا جواب دیا ہے قیمت ۱۲ر

نکاح جعفر اور عباسہ، ایک عرصہ سے لوگ اس شبہ میں
پڑے ہوئے ہیں، کہ آیا یہ واقعہ صحیح ہے یا غلط ہم نے نہایت تحقیق اور
دلائل سے ثابت کیا ہے کہ یہ واقعہ افسانہ سے زیادہ نہیں ۴ر

ملل جان کی سرگذشت، ساری کتاب تلازموں سے
لبریز لکھنو اور دہلی کی پرانی زباندانی کا پورا فوٹو جواب ناپید ہے ۶ر

کتب مولانا عبدالحلیم صاحب شرر

حالات اقوام کرد، کردوں کی معاشرت ورسومات شادی و
غمی و مذہبی عقائد اور ترکوں کیساتھ تعلق سلطان کے محل کے
اندرونی حالات اور زنانہ دربار کا پورا نقشہ اور والدہ سلطانہ و
قادن آفندی کے اختیارات بڑی دلچسپ کتاب ہے قیمت ۶ر

خلافت عمرو بن سعید بانی خلافت بنوامیہ و ابو مسلم خراسانی
بانی خلافت عباسیہ کے پورے حالات قیمت ۳ر

تذکرہ مشاہیر عالم، ہر دو جلد کامل مع فوٹو مولانا شرر
جسمیں حسب ذیل سوانح درج ہیں، خلیفہ ناصر الدین اللہ،
زبیر ابن عوام، عبداللہ ابن زبیر ابن بطوطہ، بقراط، جالینوس،
مانی، ساندین وبصی، اعز الدین حسین، حاتم طائی، جبلہ بن ایہم،
محمد بن تومرت، المہدی المعتزلی، ابوعثمان، ابوسعید بن مسجح ہسپانی،
سیبویہ، دمشق کی جامع بنی امیہ ابوالاسود دولی، احمد بن طولون
ابوالضحاک، عمرو بن معدیکرب، زبیدی، نابغہ ذبیانی، اسکندر
اعظم، سمسون ابن قراقر، شلمغانی الحکم المستنصر، محمد عبداللہ الزقیر،
منذر بن مغیرہ، حجاج دمشقی ہیوس، مسجد ابا صوفیہ، محمد علی پاشا
ابوجعفر منصور، ابودلامہ شاعر، مسجد اقصیٰ، صلیبی جہاد، قیمت عہ

مخدرات مشاہیر عالم ہر سہ جلد کامل

جسمیں حسب ذیل سوانح درج ہیں، سمی رامس، ملکہ بابل ہند،
بنت نعمان، لیلائے اخیلیہ، شہدہ کاتبہ، زلیخا، ملکہ سجاح، ام سلمہ
زوجہ سفاح، قطر الندی، بلقیس اونا علیہ بنت مہدی، خدیجہ بنت
القیم، ملکہ استیر، کیتھرائن، زبیدہ خاتون، اہبانی، قلوپطرا، میڈم ڈی
اسٹائل، رابعہ بصریہ، فاطمہ فقیہہ، ملکہ زبا، ام ابان، رابعہ شامیہ
فاطمہ نیشاپوریہ، ملکہ زنوبیہ، نوار زوجہ فرزدق، مصنفہ، فحہ، زبدہ
ہلینا، قسطنطین اعظم کی ماں، قیمت عہ جلد دوم عورت ہی کی کشش
انسان کو دنیا میں لائی، دہیائے کاہنہ، قیصر، تھیوڈورا، آل
عثمان میں پہلی سلطانہ تھیوڈورا، بولیقیا، قارلس مانڈوا، عاتکہ
زوجہ عبداللہ بن ابی بکر صدیق، عتبہ، عمارہ، مزنہ، لطیفہ حدانیہ، ثنینہ
ام جعفر، حرقہ بنت نعمان، ست ملک ملکہ مصر، خولہ بنت الازور عہ
جلد سوم، جسمیں حسب ذیل سوانح درج ہیں، دیدون، ملکہ سور
پرتقال، ایڈلین، رخیل ماریہ، رولانان خلیون، عاتکہ بنت معاویہ
تذکار، بائی خاتون، ارشدامیہ، فریدہ، عفرا، عائشہ بنت طلحہ،
بائی بیشیا، خرقا، ریا بنت الفرق السلمی، حنیفیات، نظر اللہ بنت صفوان
ام حکیم بنت قارظ، قیمت عہ، جو صاحب تینوں جلدیں ایکساتھ
کامل لیں گے انکو مع محصول تین روپیہ میں مع فوٹو مولانا شرر
دی جاویں گی، کامل قیمت ؎ ر

تصانیف شمس العلما مولینا شبلی نعمانی مرحوم

سیرۃ النعمان، امام اعظم ابوحنیفہ کوفی کی مفصل سوانح عمری آپکے اول سے آخر تک کے پورے تفصیلی حالات لکھے ہیں یہ ایک معرکۃ الآرا کتاب ہے، قیمت عہ

الفاروق، مفصل سوانحعمری حضرت فاروق اعظم اس سے بہتر سوانح آپکی کوئی نہیں چھپی قیمت ے معہ نقشہ فتوحات اسلام

سفرنامہ روم و مصر و شام، اس کتاب میں دیگر چشم دید حالات کے ترکوں اور عربوں کے اخلاق و عادات کو نہایت تفصیل سے لکھا ہے صوبہ بہار کے کورس میں داخل ہے قیمت عہ

الغزالی، امام محمد بن محمد الغزالی کی پوری سوانحعمری اور ان کے کلام پر تبصرہ اور ریویو، قیمت عہ

سوانحعمری مولینا روم یعنی سولانا جلال الدین رومی کی مفصل سوانحعمری مثنوی شریف اور دیگر تصانیف پر تبصرہ عہ

مقالات شبلی، مولانا شبلی کے وہ علمی اور تاریخی مضامین جو ابتک مرتب ہو کر شائع نہیں ہوئے تھے، قیمت عہ

المامون، سوانحعمری خلیفہ مامون الرشید اعظم اسمیں ان تمام کارناموں کی تفصیل ہے جنکی وجہ سے ماموں الرشید کا عہد عموماً شاہان اسلام سے علمی حیثیت میں ممتاز تسلیم کیا گیا ہے قیمت ۸ر

الہارون، سوانحعمری خلیفہ ہاروں الرشید اعظم، قیمت عہ

اورنگزیب عالمگیر پر ایک نظر، عالمگیر پر جو الزامات دیگر معاندین عالم کرتے ہیں مولانا نے کس خوبی سے انکار کیا ہے، قیمت ۸ر

حیات سعدی، سوانحعمری شیخ سعدی، کلام پر تبصرہ اور ریویو ۸ر

حیات حافظ، سوانحعمری خواجہ حافظ شیرازی، قیمت ۸ر

حیات خسرو، سوانح حضرت امیر خسرو قیمت ۸ر

مجموعہ نظم شبلی، ....قیمت ۶ر

آغاز اسلام، مسلمان بچوں اور لڑکیوں کے لئے مفید ہے قیمت ۸ر

مقالات شرر و جذبات شرر

یہ مضامین نہیں بلکہ منشیانہ معجزات اور معجز نگاری کی کرامتیں ہیں جنہیں انشاپردازی کا شوق ہو تو اس کتاب کو ضرور منگائیں انہی مضامین کی بدولت ہندوستان میں بیسیوں جادو نگار بن گئے مولینا سے پہلے نیچرل مضامین کا لکھنے والا ہندوستان میں کوئی نہ تھا ہم نے بڑی تلاش سے جمع کرکے طبع کئے ہیں، قیمت عہ فہرست مضامین، دنیا، عمر دو روزہ، بدمستی، آدھی رات ہم اور ہمارے کمالات، شمع سحر، خود پسندی، برسات، بیکسی، رنج و الم، اندھیری رات باد سحر، سوا گشدگان سلف، ازراست کہ برراست، شادی و غم، ہم آنیوالی گھڑی، ابر کھارت، خلوص، ٹوٹا ہوا کھنڈر، موسم خریف، اچھوتاپن، اوس کی رت، غم جدائی، یاس، سراپائے حسن، زمانہ دیہات کی شام، عالم خیال، شمع حرم، خاموش آسماں، گرمیوں کی رات باغ آرزو، فصل بہار، لالہ خود رو، بیخودی، پھول، غریب کا جھونپڑا، گور غریباں، قیمت عہ

اسلامی سوانحعمریاں مولینا شرر عہ

ابواسحق شیرازی، قاضی ابویوسف، ابن سائغ اندلسی، ابوعلی فارسی، ابوحیان غرناطی، ابن سمعون، ابوبکر، خطیب بغدادی، ابوالفرح بن جوزی، ابراہیم حربی ابوالعینا، قاضی ابن ابی لیلے، ابوعثمان خالدی ابوحاتم سجستانی، ابراہیم موصلی، عبداللہ ابن مبارک، ابوعلی بن مسلویہ، قیمت عہ

المشتہر۔ سید ظہور الحسن۔ چھتہ لال میاں۔ دہلی